عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۶ | ۳ تا ۱۰ شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۶ تا ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء | شمارہ:۳۱

نیکی چھپتی ہے اور نہ گناہ

سالانہ ختم نبوت کانفرنس لندن

خصوصی رپورٹ

ٹی وی چینل کا رنگین اسلام

قبولِ حق
لعل کے رلنے کی ستم ظریفی

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.co

توہین رسالت کا مرتکب واجب القتل ہے:

س:..... اگر اسلامی حکومت میں رہنے والا کافر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟

حدیث میں ہے کہ جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے، اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، وہ واجب القتل ہے۔

ج:..... فقہ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے۔ درمختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خود شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (جن کو غیر مقلد اپنا امام مانتے ہیں) کی کتاب "الصارم المسلول" میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے:

"تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام"۔

یہ رسالہ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں شائع ہوچکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے، لہٰذا اس سے ذمہ نہیں ٹوٹے گا، مگر

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اس کی یہ حرکت موجب قتل ہے۔

اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا، حربی بن گیا، لہٰذا واجب القتل ہے۔

پس نتیجہ بحث دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا۔ نظریاتی بحث صرف توجیہ و تعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر فرمایا گیا، اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں۔ اس لئے یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں۔

آنحضرت کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کرنا بھی کفر ہے:

س:..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج:..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے۔ فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا، تو وہ بھی کافر ہوجائے گا۔

مردہ، دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے:

س:..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو دفن کیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے لوگ جب واپس آتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی چپل کی آواز سنتا ہے۔ عذاب قبر برحق ہے یا نہیں؟

ج:..... عذاب قبر برحق ہے، اور مردے کا واپس ہونے والوں کے جوتے کی آہٹ کو سننا صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ (ص:۱۷۸، ج:۱)

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد ۲۶ شمارہ ۳۱ ۴ تا ۱۰ شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۷ تا ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر — مولانا سعید احمد جلالپوری

علامہ احمد میاں حمادی — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

صاحبزادہ سید محمد سلیمان بنوری — مولانا بشیر احمد

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی — مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا — کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ • منظور احمد میو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

نیکی چھپتی ہے اور نہ گناہ	اداریہ	۳
ٹی وی چینل کا رنگین اسلام	(محمد عمر انور)	۶
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	(مراسلہ: ابو قاضی محمد)	۹
سالانہ ختم نبوت کانفرنس لندن کی تفصیلی رپورٹ	(رپورٹ: مفتی خالد محمود)	۱۳
دعوتی مہم کی کامیابی کے زریں اصول	(مولانا محمد امجد تابش ندوی)	۱۶
قبول حق کے بعد زمانے کی ستم ظریفی	(مولانا ریاض الدین)	۱۸
نیکی و تقویٰ اور درازی عمر	(ڈاکٹر ابو عدنان سہیل)	۲۰
دین کا عروج و زوال	(مولانا محمد سلیمان منصور پوری)	۲۲
مجدد کی شناخت	(پروفیسر یوسف سلیم چشتی)	۲۳
خبروں پر ایک نظر	ادارہ	۲۷

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

نیکی چھپتی ہے اور نہ گناہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں کو ظاہری جسم چھپانے کے لئے لباس عطا فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ ظاہری لباس پہن کر اپنی شرم گاہوں کو چھپاؤ‘ اسی طرح تقویٰ وطہارت اختیار کر کے انہیں اپنی اندرونی اور باطنی کوتاہیوں کو چھپانے اور مٹانے کا بھی حکم دیا گیا ہے‘ بلکہ باطنی اور اندرونی کوتاہیوں کا تزکیہ وتنقیہ اور ان کا چھپانا اور مٹانا اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے‘ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

”یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواٰتکم وریشاً ولباس التقویٰ ذالک خیر۔“ (الاعراف:۲۶)

ترجمہ:.....”اے اولاد آدم! ہم نے اتاری تم پر پوشاک‘ جو ڈھانکے تمہاری شرم گاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے اور لباس پرہیزگاری کا‘ وہ سب سے بہتر ہے۔“

بلاشبہ انسان اپنا ظاہری جسم اور اس کے خط وخال کسی بھی چیز سے چھپا سکتا ہے‘ چنانچہ کپڑوں کی بجائے درخت کے پتوں سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے‘ اسی طرح لباس خریدنے کی طاقت واستعداد نہ ہو تو کسی سے مانگ کر بھی اپنا ستر اور شرم گاہ چھپائی جاسکتی ہے‘ لیکن انسان کا اندرون‘ باطن اور باطنی اخلاق وکردار کسی ظاہری لباس اور عارضی اخلاق وکردار یا مانگے تانگے کے اسباب وذرائع سے نہیں ڈھانکا جاسکتا‘ بالفرض اگر کوئی شخص اس کی ناکام کوشش کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ انسان کا باطن اور باطنی اخلاق وکردار اور چوری چھپے کے اعمال‘ سوسو پردوں کے باوجود بھی ظاہر ہوجاتے ہیں‘ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”عن الحسن قال: رأیت عثمان علی المنبر‘ قال ایہا الناس: اتقوا اللہ فی ہذہ السرائر‘ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: والذی نفس محمد بیدہ ماعمل احد عملاً قط سراً الاالبسہ اللہ رداہ علانیة ان خیراً فخیر وان شراً فشر......“ (کنزالعمال ص:۶۷۴‘ ج:۳‘ حدیث:۸۴۲۷)

ترجمہ:.....”حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگو! اللہ سے ان پوشیدہ کاموں میں ڈرو! اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے‘ جب بھی کسی بندے نے چھپ کر کوئی عمل کیا‘ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اعلان واظہار کی چادر پہنادیں گے‘ اگر اس نے بھلا کام کیا تو اس کو بھلائی کی چادر پہنائی جائے گی اور اگر برا کام کیا تو اس کو برائی کی چادر پہنائی جائے گی۔“

گویا اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اگر میں سات پردوں میں چھپ کر کوئی گناہ اور برائی کروں گا تو اس کی کسی کو اطلاع نہیں ہوگی‘ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ظاہر کردیں گے‘ اور اس کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑ دیں گے‘ اس لئے جس طرح تم کھلے عام گناہوں سے بچتے ہو‘ اسی طرح چھپ کر گناہ کرنے سے بھی بچو۔

چنانچہ اگر کوئی شخص رات کی تاریکی میں اور دروازہ بند کرکے کوئی نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا چرچا کردیں گے اور مخلوق کو خود بخود خیال آجائے گا کہ بھائی یہ نیک آدمی ہے‘ اور اگر تم رات کی تاریکی میں اور دس پردوں کے پیچھے چھپ کر کوئی گناہ کروگے‘ تو اگلے دن یا اس کے دو چار دن بعد‘ نہیں تو کچھ عرصہ بعد بہرحال اس کا چرچا ہوکر رہے گا کہ یہ اچھا آدمی نہیں ہے۔

چنانچہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل جب چھپ چھپ کر کوئی گناہ کیا کرتے تھے تو صبح کو ان کے دروازے پر لکھا ہوتا تھا کہ رات کو اس شخص نے یہ گناہ کیا ہے‘ یہ تو اس

امت پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی‘ ستاری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کہ اس امت کے بدکاروں کے دروازوں پر لکھا ہوا نہیں آتا کہ کس شخص نے رات کی تاریکی میں کیا کیا گناہ کئے ہیں! لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں‘ کہ کسی کے اچھے یا بُرے اعمال کے آثار ونشانات بھی اس کے چہرے پر ظاہر نہ ہوں؟

تاہم جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے ناطہ توڑ کر کسی دوسرے ملعون سے اپنا تعلق اور رشتہ جوڑ لیا ہے‘ وہ آج بھی بنی اسرائیل کی طرح اسی ذلت سے دوچار ہیں‘ چنانچہ اگرچہ ان کے گھروں کے دروازوں پر یہ لکھا ہوا نہیں آتا کہ انہوں نے رات کی تاریکی میں فلاں فلاں گناہ کئے تھے‘ لیکن بہرحال ان کا خبث باطن بالآخر ظاہر ہوکر ہی رہتا ہے‘ کسی دوسرے سے نہیں‘ بلکہ وہ خود ہی اس کا اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے نہاں خانہ میں یہ یہ کرتوت انجام دیئے تھے‘ اسی قسم کے ایک باغی اسلام کی دلچسپ روئیداد پڑھئے اور حدیث نبوی کی صداقت کی داد دیجئے!

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ”تقدس مآب“ خاندان کے کرتوتوں سے کون واقف نہیں ہوگا؟ تاہم جو ناواقف ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد حکیم نورالدین اس کا جانشین قرار پایا‘ اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا بشیرالدین محمود اپنے باپ کی مسند پر براجماں ہوا‘ تو محمد علی لاہوری قادیانی‘ کھل کر بشیرالدین محمود کے خلاف میدان میں آگیا‘ اور اس نے اپنی الگ لاہوری پارٹی بنالی اور روزنامہ ”الفضل“ قادیان کے مقابلہ میں ”پیغام صلح“ کے نام سے ایک جریدہ بھی شروع کردیا۔

محمد علی لاہوری...... جو مرزا غلام احمد قادیانی کا نام نہاد ”صحابی“ تھا...... نے کھل کر مرزا بشیرالدین محمود کے خلاف لکھنا شروع کردیا‘ تیسری طرف اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے صریح دعویٰ نبوت کے علی الرغم‘ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود اور نیک صالح انسان کہنا شروع کردیا۔ اس نوک جھوک کے دوران لاہوری مرزائیوں اور قادیانی مرزائیوں کے مابین خطوط کا تبادلہ بھی ہونے لگا۔

لاہوری مرزائیوں کی جانب سے لکھے گئے اسی سلسلہ کے ایک خط کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا بشیرالدین محمود نے جمعہ کے اجتماع‘ جمعہ کے بیان اور عین منبر پر بیٹھ کر جو کچھ کہا‘ وہ ایک طرف اگر قادیانی کردار کی اعترافی شہادت ہے تو دوسری طرف ان کی مسخ فطرت کی بھی کھلی دلیل ہے‘ سمجھ نہیں آتا کہ کوئی شخص اپنے اور اپنے باپ کے خلاف لگائے گئے ایسے گھناؤنے چارج کا اس قدر بے باکی‘ بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ اظہار واعلان بھی کرسکتا ہے؟ آخر اس کو یہ خیال کیوں نہ آیا کہ اس سے میری اور میرے باپ کی شلوار اتر جائے گی؟ یا قادیانی نبوت وخلافت کے تقدس کے پردہ میں کی جانے والی گھناؤنی حرکتوں سے پردہ بھی اٹھ جائے گا۔

لیکن غور کرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں مرزا بشیر کا کوئی قصور نہیں‘ بلکہ مرزا بشیرالدین محمود ”بیچارہ“ مجبور تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر اتمام حجت کرنے کے لئے ان کے ”بڑوں“ کے غلیظ کردار کو طشت ازبام کرکے ان پر جھوٹ اور سچ کو واضح کرنا تھا‘ تاکہ: ”لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ“ (الانفال:۴۲)...... تاکہ مرے جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد...... کے مصداق جو ہلاک ہونا چاہے وہ علی وجہ البصیرت ہلاک ہو۔

چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ دوم مرزا غلام احمد قادیانی‘ جمعہ کے دن‘ جمعہ کے اجتماع‘ اور جمعہ کے بیان میں برسر منبر کہتا ہے:

”لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے اور لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں‘ اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اس کا لکھا ہوا ہے‘ اس میں یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں‘ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہوا؟ پھر لکھا ہے کہ: ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے‘ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے‘ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے‘ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے‘ اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ نبی اللہ تھے‘ مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے وہ آپ کو صرف ولی مانتے ہیں۔“ (روزنامہ ”الفضل“ قادیان دارالامان‘ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء)

اس اقتباس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیرالدین محمود تقدس کے پردہ میں چھپ کر جو کچھ کرتے تھے‘ لاکھ چھپانے کے باوجود وہ کیسے ظاہر ہوگیا؟ پھر اس کا اظہار بھی کسی دوسرے نے نہیں کیا‘ بلکہ خود مرزا بشیرالدین محمود نے ”بہ نفس نفیس“ اس کا اعلان فرمادیا‘ بات صرف یہاں تک نہیں رہی بلکہ قادیانی بزرجمہروں نے اسے اٹھا کر جوں کا توں ”الفضل“ میں شائع بھی کردیا‘ تاکہ مخالف وموافق سب ہی پڑھیں‘ اسی کو کہتے ہیں: ”جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے“

ٹی وی چینلز کا

”رنگین اسلام“

محمد عمر انور

کسی مفکر کا کہنا ہے کہ ”پروپیگنڈا ذہین لوگوں پر احمقانہ تاثرات ڈالنے کا نام ہے“ بہ الفاظ دیگر پروپیگنڈا محض جھوٹ اور فریب ہے جو کہ عصر حاضر میں سب سے اہم ہتھیار کے طور پر استعمال ہو رہا ہے، پروپیگنڈے کا اصول یہی ہے کہ بات اس طرح کہی جائے کہ پروپیگنڈا، پروپیگنڈا محسوس نہ ہو، ذرائع ابلاغ میں اس ہتھیار کا استعمال دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ہوا جب برطانوی فوج نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا تھا تو امریکی ذرائع ابلاغ نے فتح کا سہرا برطانوی فوج کے سر باندھنے کے بجائے امریکی افواج کے سر باندھا اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ انہی کی بدولت یورپ نازیوں سے محفوظ رہ سکا ہے، یہ پروپیگنڈا اتنا موثر ثابت ہوا کہ یورپی عوام کو یہ یقین ہوگیا کہ امریکا ان کے لیے کسی مسیحا سے کم نہیں، اس وقت سے لے کر آج تک ذرائع ابلاغ اس موثر ہتھیار کو کسی نہ کسی شکل میں مستقل استعمال کرتے چلے آرہے ہیں، عالمی ذرائع ابلاغ خالص یہودی میڈیا ہے جو اب تک یہودی تاجروں کے زیر اثر ہے اور یہودی کمیونٹی کا سب سے بڑا ہتھیار سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ عالمی حالات پر اس کی اتنی گہری چھاپ ہے کہ ہر مشہور لیڈر یہودی میڈیا کی خوشامد کرتا نظر آتا ہے، در اصل اس کے ذریعے یہودیوں نے اپنے دانشوروں کے ”پروٹوکولز“ کو عملی جامہ پہنایا ہے، ”یہودی پروٹوکولز“ کے بارہویں باب میں درج ہے کہ ”ہماری منظوری کے بغیر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ خبر کسی سماج تک نہیں پہنچ سکتی، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہم یہودیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ خبر رساں ایجنسیاں قائم کریں جن کا بنیادی کام ساری دنیا کے گوشے گوشے سے خبروں کا جمع کرنا ہو، اس صورت میں ہم اس بات کی ضمانت حاصل کرسکتے ہیں کہ ہماری مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی خبر شائع نہ ہو“۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں ذرائع ابلاغ کا جو اہم کردار ہے وہ کسی ذی شعور سے مخفی نہیں، اگر غور کریں تو دور حاضر کی بظاہر تمام ترقی و خوشحالی، سائنسی ایجادات اور تحقیقات کا ادراک انہی ذرائع سے حاصل ہوتا ہے، سیٹلائٹ کی ایجاد نے پوری دنیا کو سمیٹ کر ایک محلے کی طرح کردیا ہے، دنیا کے کسی بھی حصے میں ہونے والے تمام واقعات ٹیلی وژن اسکرین پر دیکھے جاسکتے ہیں، ذرائع ابلاغ نے معلومات اور آگہی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے، اسی کے ذریعے کثرت معلومات کا فتنہ تیزی سے پھلتا پھولتا جارہا ہے، عالمی آگہی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں کوئی واقعہ یا حادثہ رونما ہوتا ہے تو ہر شخص اس سے واقف ہوتا ہے، یہ ذرائع ابلاغ کا کمال ہے کہ اب کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہ سکتی۔

ذرائع ابلاغ کی افادیت مسلم ہے لیکن اس کے منفی پہلو بھی ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور وہ مخصوص مفادات کے حصول کے لیے ان کا استعمال نیز تشہیر کے لیے جو اشتہار دیے جاتے ہیں وہ اکثر مبالغے پر مبنی ہوتے ہیں اور مارکیٹنگ کے لیے جو نفسیاتی حربے استعمال کئے جاتے ہیں وہ مخصوص گروہوں کے مفادات کے لئے ہوتے ہیں اور عام آدمی کو اس سے نقصان پہنچتا ہے، پھر قومی و بین الاقوامی ایجنسیاں انہیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں، حکومتیں اور بین الاقوامی طاقتیں اپنی عوام کو مطیع رکھنے کے لئے گمراہ کن پروپیگنڈے کے ذریعے ایک خاص نقطہ نظر پروان چڑھاتی ہیں اور رائے عامہ کو متاثر کرنے یا زیادہ دکھانے کے لئے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جاتا ہے، عوام کی برین واشنگ کے لئے میڈیا ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال ہو رہا ہے، نائن الیون کے حادثے کے بعد عالمی ذرائع ابلاغ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جس قدر غلیظ مہم چلائی ہے اس سے مسلمانوں کے تشخص کو بڑا نقصان پہنچا ہے، پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ذرائع ابلاغ کو فحاشی، عریانی اور بداخلاقی پھیلانے کے لئے بھی استعمال کیا جارہا ہے جو معاشرے کی عمومی اخلاقی فضا کو تباہ کرنے کا ایک مہلک طریقہ ہے، دنیا کی طاقتور لابیاں اپنے مقاصد کے لئے ذرائع ابلاغ کو ڈھٹائی سے استعمال کررہی ہیں اور اپنے اہداف ومقاصد کے حصول میں کامیاب ہیں، خلاصہ یہ کہ آج میڈیا اس پوزیشن میں ہے کہ وہ پوری دنیا کو جس نہج پر اور جس سمت میں لے جانا چاہے لے جاسکتا ہے، لوگ غیر ارادی اور غیر شعوری

طور پر میڈیا کے ذریعے پھیلائی ہوئی باتوں کو بسروچشم قبول کر لیتے ہیں، گویا میڈیا واضح الفاظ میں دن کو رات، سفید کو سیاہ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کی خدمات انجام دے رہا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی اس اہمیت کو دیکھتے ہوئے اکثر لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ علماء کو میڈیا خصوصاً ٹی وی چینل پر آجانا چاہیے اور اسلام کے متعلق جو شکوک وشبہات اور پروپیگنڈے کیے جارہے ہیں اس کا دفاع ٹی وی چینل پہ آکر کرنا از حد ضروری ہے اور اس طرح صحیح اسلامی عقائد، نظریات اور افکار کی تبلیغ بھی خود بخود ہوجائے گی۔ اس ضمن میں وہ یہ دلیل دیتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں کہ "شدت پسند علماء" ابھی نہیں تو کچھ عرصے بعد ضرور مان جائیں گے جس طرح لاؤڈ اسپیکر کے مسئلے میں علماء نے شروع میں اختلاف کیا اور نہ مانا لیکن پھر کچھ عرصے بعد خود ہی زور وشور سے اس کا استعمال شروع فرمادیا، لیکن یہ کہنے والے ٹی وی کی خرابیوں ،مفسدات اور مہلکات سے شاید اپنی نظریں چرا لیتے ہیں، میڈیا خصوصاً ٹی وی چینل پہ آکر اسلام کی خدمت کسی طور ممکن نہیں، ہاں!! البتہ اسلام اور مسلمانوں کی توہین وتضحیک ضرور ممکن ہے۔

میڈیا اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ کبھی نہیں ہوسکتا، ایک چینل کے تئیس گھنٹے تو عریانی، فحاشی وگمراہی کے لئے مخصوص ہوں اور ایک گھنٹہ "اسلام" کے لئے، میڈیا کے ذریعے جو حضرات اسلام کی تبلیغ وترویج چاہتے ہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کسی کچرے کے ڈھیر سے عنبر وعود کے مہکنے کی امید رکھی جائے۔ ٹی وی چینل کا "رنگین اسلام" اس وقت مسلمان اور خاص طور پر غیر مسلموں میں اسلام کے متعلق تشویش کا باعث بن رہا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک مسئلہ کسی چینل پر فرض بتایا جاتا ہے، دوسرے چینل پر اس کو بدعت کہتے ہیں اور تیسرا چینل اس کو سنت ثابت کررہا ہوتا ہے، ذرا سوچیے! ٹی وی دیکھنے والا ایک سادہ لوح آدمی اس سے اسلام کے متعلق کیا انتشار کا شکار نہیں ہوگا؟!

پھر ٹی وی پر اسلام کے متعلق مذاکروں میں ہر خاص وعام کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ آکر جس طرح چاہیں اسلام کو تختہ مشق بنائیں اور ان نام نہاد "اسلامی اسکالرز" میں عالم غیر عالم کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی اور اس کے ذریعے لوگوں کو لاشعوری طور پر یہ پیغام دینا بھی مقصود ہوتا ہے کہ ہر راہ چلتا پھرتا شخص اپنے تفہیم دین کے پرچار کا "فطری حق" رکھتا ہے اور یہ نازک اور اہم دینی مسائل پر گفتگو کرنا صرف "ملاؤں" ہی کی ٹھیکیداری نہیں ہے۔

اور اگر کسی ٹی وی چینل کے مذاکرے میں کسی صحیح اور مستند عالم دین کو بلا بھی لیا جائے تو اس کے بلانے سے دین کی صحیح رہنمائی مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کو بلاکر دیگر لادین اور ملحد شرکاء کے اسلام کے متعلق ایسے فتنہ پرور سوالات واعتراضات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جنہیں سن کر کان ہی پکڑے جاسکتے ہیں، فارسی ادب کی سدا بہار کتاب "گلستان" کے چوتھے باب میں شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک عالم کا ایک ملحد کے ساتھ مناظرہ ہوگیا عالم نے اس بے دین کے سامنے ہار مان لی اور پیچھے ہٹ گیا، کسی نے اس عالم سے پوچھا کہ جناب باوجود آپ علم وفضل رکھنے کے ایک ملحد سے مناظرے میں ہار گئے اور اس پر دلائل کے ذریعے قابو نہ پاسکے؟ عالم نے جواب دیا کہ میرا علم تو قرآن، حدیث اور فقہاء ومشائخ کے اقوال ہیں وہ ملحد ان سے عقیدت ہی نہیں رکھتا تو مجھے اس کا کفر سننا کس کام آئیگا؟ بس اسی لئے میں نے ہار ماننے میں ہی عافیت جانی:

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی
آنست جوابش کہ جوابش ندہی

چنانچہ بارہا یہ بھی دیکھا گیا کہ مستند علماء سے ایسے سوالات کیے جاتے ہیں جن سے مقصد اس سوال میں پوشیدہ فتنہ کی نشر واشاعت ہو جس کے نتیجے میں دیکھنے والی عوام اس عالم کے جواب کی طرف تو غور نہیں کرتی اور اس فتنہ پرور سوال پر خود ان کے دل ودماغ میں اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوجاتے ہیں اور ہوتے ہوتے اس سوال کی بازگشت زبان زد عام ہوجاتی ہے۔

ایک اور اہم چیز جو محسوس کی گئی کہ ان مواصلاتی اسلامی مذاکروں کے شروع ہوجانے سے عام آدمی بھی بلا سوچے سمجھے اسلام کے نازک اور دقیق مباحث کے بارے میں اپنی فہم اور سوچ کے بیان کرنے میں جری ہوگیا ہے جبکہ اس سے قبل عام لوگ اس قسم کے مسائل میں دخل اندازی نہیں کرسکتے تھے ، اور ان پروگراموں کی "قابل قدر خدمت" یہ ہے کہ دین کے مسلمہ اور متفقہ مسائل کو موضوع بحث بناکر اس کو اختلافی بنایا جائے، مکالمہ یا تقریب بین المذاہب کے نام پر وحدت ادیان کو فروغ دیا جائے، فکری اور نظریاتی گمراہیوں کو عقلی بنیادوں پر پھیلایا جائے، اسلام کی تشریح وتعبیر عرب جاہلیت کے دور اور زمانے کے ساتھ مخصوص کی جائے۔

جو حضرات کہتے ہیں کہ میڈیا کے ذریعے اسلام کی صحیح خدمت یا کم از کم دفاعی خدمت ممکن ہے تو یہ بات بھی غور کی محتاج ہے کہ نائن الیون کے بعد سے عالمی میڈیا نے اسلام کی بنیادوں پر جو رکیک حملے کیے ان کا اب تک کتنا دفاع ہوسکا؟ پھر آج سے پندرہ سال پیچھے لوٹ کر دیکھیے جب کیبل، ڈش اور چینلز کی بھرمار نہ تھی تب ہمارے معاشرے کے حالات کیسے تھے اور آج جب کہ میڈیا کا ہر چینل بزعم خود اسلام کی خدمت انجام دے رہا ہے تو اخلاقی گراوٹ، فحاشی

عریانی کا ایک سیلاب ہے جو امنڈتا چلا آرہا ہے، اور جب سمجھ دار اور باشعور عوام یا علماء کی طرف سے اس فحاشی و عریانی کے خلاف احتجاج کیا جائے تو ان کا یہ رد عمل پہلے سے موجود خانوں میں ''فٹ'' کردیا جاتا ہے کہ مذہبی عناصر ہمیشہ یہی رونا روتے رہتے ہیں حالانکہ اب عریانی و فحاشی کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہا بلکہ یہ عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کا اہم جز ہے اور ابلاغ کے تمام ذرائع بالخصوص ٹیلی وژن اب معاشرے کی تشکیل نو کے لئے استعمال ہو رہے ہیں، پھر یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ اب تو عریانی و فحاشی زندگی کا معمول بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ حکومت نے اس فتنے کو گھر گھر پھیلانے کے لئے کیبل سسٹم شروع کردیا، پہلے ڈش ہوا کرتا تھا، لینے والا آدمی ڈرتا تھا کہ گھر کی چھت پر اس منحوس چھتری کو کیوں رکھا جائے؟ یا کسی کی جیب گنجائش نہیں دیتی تھی کہ وہ ڈش خریدے، حکومت نے آسانی کردی کہ گھر گھر، بستی بستی کیبل سسٹم پھیلا دیا کہ صرف چند روپوں میں مہینے بھر کی عیاشی کو آسان بنادیا اور دیکھا جائے تو یہ وہ واحد عیاشی ہے جس میں امیر و غریب برابر کے شریک ہیں، اور تو اور بعض چینلز پر ہم جنس پرستی کے جواز اور نفاذ سے متعلق پروگرام پیش کیے جارہے ہیں اور اس کے لئے جو دلائل پیش کئے گئے وہ خالص کفر و الحاد پر مبنی جن کو نقل کرنے کی راقم یہاں سکت نہیں رکھتا، علماء سے عقیدت و محبت رکھنے والی سادہ لوح عوام اس دھوکے میں آکر کہ فلاں عالم و مفتی کا فلاں چینل پر دینی پروگرام آتا ہے یا حالات حاضرہ سے واقفیت کو اپنی اشد ضرورت سمجھتے ہوئے وہ بھی اپنے گھر میں ٹیلی ویژن لے آتا ہے اور پھر اس مختصر سے دورانیے کے ''دینی پروگرام'' کو ''عبادت'' سمجھتے ہوئے دیکھتا ہے، اور بقیہ تمام مشاہد و مناظر کو ''ذہنی تفریح'' کے نام سے موسوم کردیتا ہے۔

بہت سارے مسلمان بھائیوں کو یہ غلط فہمی بھی ہوچلی ہے کہ اب عالم اسلام اور عالم کفر کے درمیان میڈیا وار (ذرائع ابلاغ کی جنگ) ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو واقعی یہ مسلمانوں کو ''میڈیا (ذرائع ابلاغ)'' کے جال میں پھانسنے کی جنگ ہے اور مغرب اس سازش میں بدستور اور بآسانی کامیابیاں سمیٹتا جارہا ہے اور مسلمان دن بدن میڈیا کے شکنجے میں کستے چلے جارہے ہیں، اس پس منظر میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کیمرہ کی تصاویر کو بعض حضرات کے نزدیک اب تصویر کے حکم میں نہیں مانا جارہا ہے، حالانکہ یہ سائنسی ترقی کا زمانہ ہے، کل تک تصویر ہاتھوں سے نقش و نگار کے ذریعے بنائی جاتی تھی، پھر اس کی ترقی یافتہ صورت، کیمرہ فلم اور ریل پرنٹ کی شکل میں نمودار ہوئی وہ بھی تصویر کہلائی جاتی تھی اور علماء کے نزدیک وہ بھی بالاتفاق تصویر ہی کے حکم میں تھی، اب اکیسویں صدی کے اس فیصلہ کن موڑ پر تصویر کی نئی ترقی یافتہ شکل ڈیجیٹل ٹیکنالوجی ہے بلکہ اب تو موبائل سے لے کر ٹیلی ویژن اسکرین تک تمام تصاویر اور ویڈیو ڈیجیٹل ہوچکی ہیں کیا یہ بھی تصویر کے حکم میں شامل نہیں ہیں؟ پھر اس کے بعد تصویر کی جو شکل سائنس دانوں نے مستقبل میں پیش کی ہے وہ لیزر ٹیکنالوجی ہے کہ تمام تصاویر، فلم اور ٹیلی ویژن فضا میں دکھائی دیں گے جن کو ہاتھ سے محسوس نہیں کیا جاسکے گا اور جن کا کوئی جسمانی وجود بظاہر نہ ہوگا، یہ تصویر کا محض سائنسی ارتقاء ہے جس سے اس کے شرعی حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

مندرجہ بالا ''شدت پسندانہ'' حقائق کے جواب میں فوری طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ پھر اس کا متبادل کیا ہے؟ اس کا سادہ اور آسان سا جواب یہی ہے کہ ان ''فتنوں'' کے متبادل راستے تلاش کرنے کے بجائے اسلاف اور اکابر کے راستوں کو اختیار کیا جائے، دین اسلام کی حفاظت اور دفاع کو ان ''رنگینیوں'' کا محتاج نہ سمجھا جائے اور نہ ہی دین کی حفاظت اور دفاع کی آڑ میں ''اباحیت پسندی'' کے فلسفے کو اپنایا جائے، اگر امت کا ایک بڑا طبقہ کسی حرام میں صریح مبتلا ہو تو اس کا خیر خواہانہ حل یہ نہیں کہ اس حرام کا کوئی متبادل تلاش کیا جائے بلکہ عوام کو اس حرام سے بچانے کی صورت یہ ہے کہ عوام کو اس کبیرہ گناہ سے بچایا جائے ان کی اصلاح کی جائے کیونکہ متبادل کے اس اجتہادانہ استنباط کی صورت میں عوام حرام کو بھی حلال سمجھ بیٹھتی ہے، علماء کی شان، وقار اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ میڈیا خصوصاً ٹی وی چینل کے اس گندے تالاب سے اپنے آپ کو دور رکھیں جہاں دین کی ہر خدمت سراب ہے، جہاں ہر کھرے کو کھوٹے کے ساتھ تولا جارہا ہے جہاں حق کو باطل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

☆☆..............☆☆

داعی اپنی اجتماعی فکروں کے ساتھ انفرادی نیکیاں بھی کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے آج روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے! پھر آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے کسی بیمار کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے! پھر حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: تم میں سے آج کون جنازہ میں شریک ہوا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! پھر آپ ﷺ نے پوچھا: آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ایک دن میں یہ سارے کام کرے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔'' (حیاۃ الصحابہ ج:۲، ص:۶۲۸)

(از بکھیرے موتی، مرسلہ: ابو محمد)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! زید بن حارثہ خلیفہ بنانے کے لائق تھے' اور وہ مجھے تمام لوگوں میں زیادہ محبوب تھے

مراسلہ: ابو قاضی محمد

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور اکرم ﷺ کو بیش قیمت تحفہ پیش کرنا:

سعدی بنت ثعلبہ اپنے بچے زید بن حارثہ کعبی کو ساتھ لئے ہوئے اپنے رشتہ دار قبیلے بنو معن سے ملاقات کے ارادے سے روانہ ہوئی' لیکن ابھی وہ اپنی برادری کے ایک گھر میں اتری ہی تھی کہ بنو قین کے چوروں نے اچانک حملہ کر کے ان کے مال واسباب پر قبضہ کرلیا' ان کے اونٹ ہانک کر لے گئے اور بال بچوں کو گرفتار کرلیا' جن بچوں کو وہ پکڑ کر لے گئے تھے' ان میں سے اس کا بچہ زید بن حارثہ بھی تھا۔

زید ایک کم سن بچہ تھا' اس وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی' ڈاکو اسے فروخت کرنے کی غرض سے ''عکاظ'' کے بازار میں لے گئے' جہاں سے قریش کے ایک دولت مند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے اسے چار سو درہم میں خرید لیا۔

حکیم بن حزام نے اس کے علاوہ بھی بہت سے غلام خریدے اور ان کو لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گیا' جب اس کی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی اور وہ اس سے ملنے اور اس کو خوش آمدید کہنے گئیں تو اس نے کہا:

''یہ چند غلام میں عکاظ کے بازار سے خرید کر لایا ہوں' آپ ان میں سے جس کو چاہیں پسند کرلیں' میں اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں۔''

حضرت خدیجہ نے ایک ایک کر کے سب غلاموں کے چہروں کو غور سے دیکھا' ان کی نگاہیں زید کے چہرے پر جا کر ٹک گئیں' وہ اسے دیر تک دیکھتی رہیں اور اس پر ظاہر ہونے والی ذہانت کی علامات کی وجہ سے اس کو پسند کرلیا اور لے کر گھر واپس آ گئیں'

کچھ دنوں بعد سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا' اس موقع پر وہ آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی بیش قیمت تحفہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور اس کے لئے انہیں اپنے عزیز غلام زید بن حارثہ سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ملی' چنانچہ ان کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گم ہونے کے غم میں والد کا اشعار کہنا:

ادھر یہ خوش نصیب بچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی میں رہ کر ان کی بہترین صحبت اور بہترین سیرت سے متاثر ہوتے ہوئے خوشی اور آزادی کے دن گزار رہا تھا' اور ادھر اس کی پریشان حال اور ممتا کی ماری ہوئی ماں' اس کی گمشدگی کے صدمے سے نڈھال ہو رہی تھی' نہ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو رک رہے تھے نہ اس کے غم میں کوئی کمی واقع ہو رہی تھی اور نہ ہی اسے کسی لمحے سکون و قرار نصیب ہو رہا تھا' اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ آیا اس کا بیٹا زندہ ہے کہ اس سے ملنے کی امید رکھے یا وہ مر چکا ہے کہ اس سے مایوس ہو کر صبر کرلے اور یہ بات اس کے غم کی شدت میں مزید اضافے کا سبب تھی' زید کا باپ ملک کے گوشے گوشے میں اسے ڈھونڈتا اور ہر گزرنے والے قافلے سے اس کا پتا پوچھتا پھر رہا تھا اور بے چینی اور بے قراری میں عربی اشعار پڑھ رہا تھا' جس کا ترجمہ ہے:

''میں زید کے غم میں روتا پھر رہا ہوں' مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس حال میں ہے؟ آیا وہ زندہ ہے کہ اس سے ملنے کی امید ہو یا موت کے بے رحم پنجے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

خدا کی قسم! مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں معلوم میں تو ہر راہ گزر سے پوچھتا ہوں اور میں حیران و پریشان پھر رہا ہوں کہ میرے پیچھے تجھے میدان نے چرا لیا یا پہاڑ نے اچک لیا؟

سورج اپنے طلوع ہونے کے ساتھ مجھے اس بیٹے کی یاد دلاتا ہے' اور ڈوبتے ہوئے بھی اس کی یاد تازہ کر جاتا ہے۔

میں اپنے اونٹ کو تیزی سے دوڑا کر زمین میں اس کی تلاش کرتا رہوں گا' اور اس پھرنے سے میں نہیں اکتاؤں گا اس وقت تک کہ میرا اونٹ تھک کر نڈھال ہو جائے۔

یا مجھے موت آجائے کیونکہ ہر شخص

فانی ہے اگرچہ امیدیں اسے دھوکا میں رکھیں۔"

ایک بار حج کے موسم میں زید کے قبیلے کے کچھ لوگ حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آئے ہوئے تھے طواف کے دوران اچانک زید سے ان کا سامنا ہوگیا' انہوں نے زید کو اور زید نے ان کو پہچان لیا اور آپس میں بات چیت بھی ہوئی' جب وہ لوگ حج سے فارغ ہوکر اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کی تفصیل زید کے والد حارثہ کے سامنے رکھ دی کہ زید اس وقت مکہ مکرمہ میں ہے۔

حضرت زید کا مل جانا اور اپنے والد کے ساتھ نہ چلنا:

زید کا سراغ ملتے ہی اس نے جھٹ پٹ اپنی سواری کو تیار کیا' اپنے پیارے بیٹے کا فدیہ ادا کرنے کے لئے کافی مقدار میں مال اونٹ پر لادا اور اپنے ہمراہ اپنے بھائی کعب کو بھی لے لیا' پھر تیز رفتاری کے ساتھ راستہ طے کرتے ہوئے دونوں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر سیدھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچے اور ان سے عرض کیا:

"اے ابن عبدالمطلب! آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمسائے ہیں مانگنے والوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں' قیدیوں کو رہائی بخشتے' بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہیں' ہم آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں' ہم آپ کے پاس اتنا مال لائے ہیں جو اس کے فدیہ کے لئے کافی ہوگا' آپ ہمارے اوپر احسان فرمائیں اور فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

کون ہے تمہارا وہ بیٹا؟

وہ دونوں ایک ساتھ بولے:

آپ کا غلام' زید بن حارثہ۔

حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا:

کیا تم پسند کرو گے کہ میں تمہارے سامنے ایک تجویز رکھوں جو فدیہ سے بہتر ہے؟

انہوں نے جاننا چاہا:

وہ کون سی تجویز ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"میں اسے تمہارے سامنے بلاتا ہوں' تم اس کو یہ اختیار دے دو کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جس کو چاہے منتخب کرلے' اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کو ترجیح دیتا ہے تو تم اسے کسی مال اور فدیہ کے بغیر اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو' لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ کی قسم! میں اس کی پسند کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بلا کر پوچھا:

ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ یہ کون ہیں؟

زید نے دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

جی ہاں! یہ میرے والد حارثہ بن شراحیل اور یہ میرے چچا کعب ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کرکے فرمایا:

زید! میں تم کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ اگر چاہو تو اپنے والد اور چچا کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو میرے پاس رہ جاؤ؟

زید نے کسی تاخیر اور سوچ بغیر کہا:

میں آپ کے پاس رہوں گا۔

یہ سب سن کر باپ نے کہا:

ارے تیرا بیڑا غرق ہو بڑے افسوس کی بات ہے کیا تو غلامی کو اپنے والدین پر ترجیح دے رہا ہے؟

زید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

میں نے ان کی ایسی صفات دیکھی ہیں کہ ان سے میں کبھی بھی جدا نہیں ہوسکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے ساتھ زید کے اتنے زیادہ تعلق کو دیکھا تو اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑا اسے لئے ہوئے بیت الحرام میں پہنچے اور حجر اسود کے مقام پر قریش کے مجمع میں کھڑے ہوکر اعلان کیا:

قریش کے لوگو! گواہ رہنا آج سے یہ میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔

یہ دیکھ کر زید کے باپ اور چچا کا جی خوش ہوگیا اور وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ کر اپنے قبیلے کی طرف واپس لوٹ گئے' لوٹتے ہوئے وہ دونوں اس کی طرف سے پورے مطمئن تھے' اور اس روز سے زید بن حارثہ' زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے جانے لگے اور وہ برابر اسی نام سے پکارے جاتے رہے' یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں وحی آئی اور آپ نبی بنا دیئے گئے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"ادعوھم لآباءھم۔"

(الاحزاب:۵)

ترجمہ: "منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔"

اس آیت کے نازل ہونے پر منہ بولا بیٹا بنانے کی رسم ختم کردی گئی' اور وہ زید بن محمد سے پھر زید بن حارثہ ہوگئے۔

زید کو کیا معلوم تھا کہ جس وقت انہوں نے اپنے ماں' باپ کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کواپنایاتھا' کتنی بڑی نعمت ان کے حصے میں آئی تھی۔

زید رضی اللہ عنہ نے اپنے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ نے اعزاز میں قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے نام درج کردیا۔

وہ یہ بھی کہاں جانتے تھے کہ جس آقا کی غلامی کوانہوں نے اپنے خاندان اور قبیلے پر ترجیح دی ہے وہ اولین وآخرین کے سرداراور ساری مخلوق کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔

ان کے دل میں تو خیال بھی نہیں آیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی ایسی محنت فرمائیں گے جس سے پوری دنیا میں عدل وانصاف قائم ہوجائے گا اور خودان کو بھی اللہ تعالیٰ دین کے پھیلانے میں بنیادی حیثیت عطا فرمائیں گے' یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازدیتا ہے' وہ تو فضل عظیم کا مالک ہے' اور وہ فضل عظیم یہ تھا کہ زید کے اس فیصلہ اور اس واقعہ کے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور زید مردوں میں سب سے پہلے ان کے اوپر ایمان لائے' تو کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی فضیلت ہوسکتی ہے' جس کو حاصل کرنے کے لئے پہل کی جائے؟

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار تھے' وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو آپ ﷺ وفد کی قیادت کے لئے مقرر فرماتے اور اپنی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام امیر مقرر کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے محبت:

جس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی بے حد محبت اور تعلق کا اظہار کیا اور اپنے ماں' باپ پر ان کو ترجیح دی' اسی طرح آپ ﷺ نے بھی ان سے محبت کا اظہار فرمایا اور ان کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ شامل کرکے اپنے خاندان کا ایک فرد بنالیا۔

آپ کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب وہ کسی کام کے لئے گئے ہوئے ہوتے تو آپ ﷺ ہر وقت ان کے لئے بے قرار رہتے اور جب واپس آتے تو بہت خوش ہوتے اور ان سے ملتے وقت بے پناہ خوشی کا اظہار فرماتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خوشی ومسرت کے بارے میں فرماتی ہیں:

"ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ زید سفر سے واپس لوٹے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے زید نے جب دروازے پر دستک دی تو آپ جلدی سے اٹھ کر ان کی طرف لپکے اس وقت آپ کے جسم اطہر پر صرف اتنا ہی کپڑا تھا جس نے آپ کے گھٹنے اور ناف کے درمیانی حصۂ جسم کو چھپا رکھا تھا' آپ ﷺ اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے' ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کپڑے کے بغیر کبھی نہیں دیکھا' نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔" (جامع الاصول ۱۰/۲۵)

یہ بات تمام مسلمانوں میں شہرت کی حد تک عام تھی کہ رسول اکرم ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں' اسی وجہ سے ان کو "زید الحب" (چہیتے زید) کہہ کر بلاتے اور "حب رسول اللہ" (رسول اللہ کے محبوب) کے لقب سے نوازتے تھے اور بعد میں لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لقب "حب رسول اللہ" اور "ابن حب رسول اللہ' رکھ دیا تھا۔

واقعۂ شہادت:

۸ ہجری میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب (رسول اللہ ﷺ) کو ان کے محبوب (حضرت زید رضی اللہ عنہ) کی جدائی کے ذریعے آزمائے' ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو ایک خط جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی' دے کر بصرہ کے حکمران کے پاس بھیجا' جب حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ مشرقی اردن میں واقع "موتہ" کے مقام پر پہنچے تو ایک غسانی حاکم شرحبیل بن عمر نے ان کا راستہ روک لیا اور ان کو گرفتار کرکے زنجیر میں جکڑ لیا اور بعد میں ان کو شہید کردیا' رسول اللہ ﷺ کو ان کے قتل کا بے حد صدمہ ہوا' کیونکہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے کسی قاصد کو قتل نہیں کیا گیا تھا' آپ ﷺ نے جنگ موتہ کے لئے تین ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک جماعت تیار کی' جس کی قیادت اپنے محبوب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی' اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت فرمائی:

"اگر زید شہید ہوجائیں تو جماعت کے ذمہ دار جعفر بن ابی طالب ہوں گے' اور اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو جماعت کے ذمہ دار عبداللہ بن رواحہ ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو پھر مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کریں گے۔"

مسلمانوں کا یہ لشکر مدینہ سے چل کر مشرقی اردن کے ایک مقام "معان" پر ٹھہر گیا' اور ہرقل روم کا بادشاہ ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ غسانیوں کی مدد کے لئے چل پڑا' بعد میں عرب کے مشرک قبائل میں سے ایک لاکھ مزید لوگ اس کے لشکر میں شامل ہوگئے اور اس لشکر نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے خیموں کے نزدیک اپنے خیمے لگائے' مسلمان معان میں رک کر

دو دن تک آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے غور و مشورہ کرتے رہے' ان میں سے کسی نے رائے دی:

"ہمیں موجودہ صورت حال سے
رسول اللہ ﷺ کو خط لکھ کر مطلع کرنا چاہئے
اور دشمن کی بھاری تعداد سے آگاہ کر کے
آپ ﷺ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے۔"

لیکن دوسرے نے کہا:

"لوگو! اللہ کی قسم! ہم جو دشمنوں سے
مقابلہ کرتے ہیں وہ اپنی زیادہ تعداد اور قوت
واسلحہ کے بھروسے سے نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کی
مدد سے مقابلہ کرتے ہیں ہم صرف اس دین
کی وجہ سے لڑتے ہیں' جس کی وجہ سے اللہ
تعالیٰ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے' چلو
اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آگے
بڑھو جس کے لئے نکلے ہو تمہارا مقصود شہید
ہو جانا ہے' اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو انعامات
میں سے ایک کامیابی کی ضمانت دے رکھی
ہے' یا تو وہ تمہیں فتح و کامرانی عطا فرمائے گا یا
دولت شہادت سے مالا مال کرے گا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں' اگر وہ دعوت قبول نہیں کریں گے اور ہمارے راستہ میں رکاوٹ بنیں گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائیں گے۔

آخر کار موتہ کے میدان میں دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی' اور مسلمان اس بہادری سے لڑے کہ رومی ان کی ہمت و شجاعت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے' دشمنوں کے دلوں میں ان تین ہزار جاں بازوں کی ہیبت طاری ہوگئی جو دو لاکھ کا سامنا کرتے ہوئے چٹان کی مضبوطی کی طرح ڈٹ گئے تھے (شرحبیل کا بھائی بھی مارا گیا' اور اس کے ساتھی بھی بھاگ گئے خود شرحبیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا)۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایسی بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑے جس کی نظیر اور مثال بہادری کی داستانوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی وہ لڑتے رہے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک سینکڑوں نیزوں نے ان کے جسم کو چھلنی نہیں کر دیا' یہاں تک کہ وہ خون میں لت پت ہو کر زمین پر گر گئے' ان کے گرتے ہی حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے لپک کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگادی اور زبردست شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی (حضرت زید ؓ) سے جا ملے۔ جب حضرت جعفر ؓ نے جھنڈا لیا تھا' اس وقت اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ دیئے تھے تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے لوگو! کیا ہی اچھی چیز ہے
جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا'
کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا
پانی اور ملک روم پر عذاب کا وقت آ گیا'
مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں۔"

یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور تلوار لے کر کافروں کے مجمع میں گھس گئے' ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو اپنے قبضے میں تھام لیا اور دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے (یعنی شہید) ہوگئے۔

ان کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو امیر بنالیا' ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ فوج کو لے کر پیچھے ہٹ آئے اور اسے مکمل تباہی سے بچالیا' جب رسول اللہ ﷺ کے پاس جنگ کے حالات اور اپنے تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور ان کے اہل و عیال کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے' جب حضرت زید بن حارثہ ؓ کے یہاں پہنچے تو ان کی چھوٹی بیٹی روتی ہوئی آپ ﷺ کی گود میں آگئی' اسے روتے دیکھ کر آپ ﷺ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے' یہ دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ ؓ بولے: یہ کیا ہے؟ آپ بھی ساتھ رو رہے ہیں؟ اے اللہ کے رسول! نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: یہ حبیب کا اپنے حبیب پر رونا ہے۔

(از صحابہ کرام کے واقعات)

نوٹ: یہ پیشکش یکم شوال ۱۴۲۸ھ تک کیلئے ہے

علماء کرام کیلئے خصوصی پیشکش

علماء کرام کے اہل خانہ کے لئے ہمارے ہاں سے زیورات کی خریداری پر کسی بھی قسم کی گھڑائی جڑائی نہیں لی جائے گی' مزید بصورت واپسی اصل سونے کی قیمت جب چاہیں واپس حاصل کریں

خادم علماء حق: حاجی الیاس عفی عنہ

ستارا جیولرز

ائمہ مساجد بھی اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں

صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر 2 فون:2545805-2545080

امت مسلمہ کی وحدت عقیدۂ ختم نبوت پر استوار ہے‘ اس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مسلمانوں کی محبت وعقیدت کا مرکز ہے

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے‘ جس کی تعلیمات سرمدی اور ابدی ہیں

اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے مسلمان اپنا تشخص برقرار رکھیں

اسلام دیگر مذاہب کا احترام کرتا ہے مگر اپنے نظریات وعقائد پر قائم رہنے کا بھی حکم دیتا ہے

سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم کے اجلاس میں مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور دیگر علماء کرام کے بیانات

برمنگھم (نمائندہ خصوصی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت ایمان کی بنیاد ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت ایمان کی روح ہے‘ اسی عشق ومحبت کی بدولت امت محمدیہ کو یہ شرف حاصل رہا کہ اس نے جہاں دین متین کی حفاظت کی‘ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت میں بھی بہت حساس اور عقیدت مندی کا ثبوت دیا۔ اسلام کے بنیادی عقائد میں عقیدۂ ختم نبوت بھی ہے جس پر ایمان لانا اور اس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما اور مرکزی مبلغ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کیا۔ وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام بائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے پہلے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے‘ جس کی صدارت جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کر رہے تھے۔ مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے اپنے بیان میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہنمائی کے لئے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس سلسلہ کی انتہا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں‘ آپ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے‘ اسلام کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے دوسرا کوئی دین اور اس کی تعلیمات اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہیں‘ اسلام جہاں عقائد‘ عبادات کی تعلیم دیتا ہے‘ وہاں اخلاقیات کا درس بھی دیتا ہے اور معیشت ومعاملات میں بھی مکمل

رپورٹ: مفتی خالد محمود

راہنمائی کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکارم اخلاق کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا‘ تمام مسلمانوں کو خصوصاً یہاں یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھیں۔ ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے کیا‘ وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بائیسویں سالانہ کانفرنس کی دوسری نشست سے خطاب کر رہے تھے‘ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ دین اخلاق سے پھیلا ہے‘ آپ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے اخلاق حسنہ سے دین کی عملی تصویر پیش کریں‘ آپ کے اخلاق اتنے اچھے اور اعلیٰ ہونے چاہئیں کہ آپ کے اخلاق سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ انہوں نے مدارس کی اہمیت پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدارس دین کے قلعے ہیں‘ یہ ہمارے ایمان کی حفاظت کرنے والے ہیں‘ ان مدارس اور علماء سے تعلق مضبوط کریں۔ یہ علماء کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں منبر ومحراب کو سنبھالا ہوا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ جو لوگ مدارس اور علماء کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں اور علماء ومدارس کو بدنام کرنے کے لئے بے بنیاد پروپیگنڈا کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں‘ ایسے لوگوں کی سازشوں سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہئے۔

جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکریٹری مولانا محمود احمد مدنی نے اپنے بیان میں کہا کہ انیسویں صدی عیسوی میں اسلامی ممالک خصوصاً ہندوستان میں دماغی بے چینی اور ذہنی کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی‘ ہندوستان میں بیک وقت مشرقی ومغربی تہذیبوں کی‘ اسلام اور

مسیحیت قدیم و جدید نظام تعلیم میں معرکہ کارزار گرم تھا۔ مسیحی پادری اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں سرگرم عمل تھے۔ استعمار نے مسیحی مشنریوں کے ساتھ جگہ جگہ فتنوں کے جال پھیلا دیتے تھے فرقہ واریت کو خوب ہوا دی گئی اور ہر ممکن کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کر دیا جائے۔ انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک بہت بڑا فتنہ ایک جھوٹی خودساختہ نبوت قادیانیت کی شکل میں ظاہر ہوا‘ جس کی تمام تر وفاداریاں انگریزی طاغوت کے لئے وقف تھیں‘ جس نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے اور حکومت برطانیہ کی حمایت کے لئے انتہائی گھٹیا طریقے اختیار کئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ اور ملحدانہ نظریات و خیالات کی علماء نے بھرپور طریقہ سے تردید کی اور ان کا کفر عوام الناس کے سامنے ظاہر کیا‘ پاکستان بننے کے بعد اگرچہ اس فتنہ کا مرکز پاکستان منتقل ہو گیا‘ مگر ان کی ارتدادی سرگرمیاں ہندوستان میں بھی جاری رہی اور اب بھی ہر دور دراز گاؤں اور دیہات میں جاکر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں‘ مگر کل مجلس تحفظ ختم نبوت ہند اور جمعیت علماء ہند ان کا تعاقب کرتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ کرتی ہے‘ یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور ہم اپنا یہ فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔

رابطہ عالم اسلامی یورپ کے سیکریٹری جنرل فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز حربی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے توسط سے امت مسلمہ کو بصیرت‘ حکمت اور دانائی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا حکم دیا ہے‘ ہمیں اور علماء کرام کو چاہئے کہ ہم حکمت عملی اور پوری بصیرت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنگلہ دیش کے جنرل سیکریٹری مولانا نورالاسلام نے اپنے خطاب میں کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور آپ کی عزت و حرمت اور ناموس کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے اور جب بھی کوئی بدبخت آپ ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے کی ناپاک جسارت کرے اس کا قلع قمع کیا جائے۔

مشہور مذہبی اسکالر ڈاکٹر علامہ خالد محمود نے کہا کہ قادیانی دجل و فریب اور ملمع سازی سے کام لیتے ہیں‘ یہ زندیق ہیں جو جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کرتے ہیں‘ یہ کوئی علمی فتنہ نہیں بلکہ یہ ایک سیاسی اور سازشی فتنہ ہے‘ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے علمی بحثوں میں پڑنے کے بجائے اس کی سازشوں اور فتنہ سامانیوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنا چاہئے۔

جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی رہنما مولانا عبدالرشید نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے لئے ایک وحدت و اکائی کی حیثیت رکھتا ہے‘ اس اکائی نے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو ایک نکتہ پر جمع کر دیا ہے‘ مسلمانوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قادیانیوں کے اسلام دشمن عقائد کا پردہ چاک کریں‘ صرف امت مسلمہ ہی نہیں بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی قادیانیوں کے دجل و فریب سے آگاہ کریں۔

جمعیت علماء برطانیہ کے جنرل سیکریٹری مولانا قاری اسماعیل رشیدی نے اپنے خطاب میں کہا کہ امریکا اور مغربی دنیا اس وقت پورے زور و شور کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے سرگرم ہیں۔ آج مسلمانوں میں جو اسلام کا جذبہ روز بروز پروان چڑھ رہا ہے تو اسلام اور مسلمانوں کا معاشرہ امریکا اور مغرب کی آنکھ میں کانٹوں کی طرح کھٹک رہا ہے‘ اس لئے ان تمام طاقتوں کی دشمنی کا رخ مسلمانوں کی طرف ہو چکا ہے اور اس کے لئے ان دین دشمن طاقتوں نے این جی اوز کا سہارا لیا ہے‘ پوری دنیا میں یہ این جی اوز اپنی سرگرمیوں کی آڑ میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ قادیانی پس پردہ ان این جی اوز کی سرپرستی اور تعاون کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ خصوصی طور پر نوجوانوں کو وہ ان قادیانیوں اور این جی اوز کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے جال میں پھنسنے سے بچائیں۔

جامع مسجد توحید جرمنی کے خطیب مولانا طاہر نواز نے اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام ہی وہ دین حق ہے جو دنیا کو مصیبت و پریشانی سے نجات دلا سکتا ہے۔ اسلام کی امن پسندانہ تعلیمات کی ترویج و اشاعت اور انہیں قبول کر کے ہی عالمی معاشرے میں امن و سکون قائم ہوگا۔ ہم قادیانیوں‘ یہودیوں‘ عیسائیوں سمیت پوری دنیا کو اسلام کی امن پسندانہ تعلیمات کو قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ وہ آزادانہ اسلامی تعلیمات کا دل سے مطالعہ کریں۔

ڈیوزبری کے ممتاز عالم دین مولانا ایوب سورتی نے کہا کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی ارتدادی سرگرمیوں سے ہمارے ایمان و یقین کو کمزور بنا دیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم کر دیں گے تو یہ ان کی بھول ہے‘ ہم اپنے ایمان و عقائد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کریں گے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی بائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم کا دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر دو بجے سے عصر نماز شام سات بجے تک جاری رہا‘ اس اجلاس کی صدارت محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کے جانشین‘ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے

رپیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے کی۔

اس اجلاس سے ممبر صوبائی اسمبلی سندھ اور جمعیت علماء اسلام کے راہنما مولانا عمر صادق، ممبر سندھ اسمبلی حافظ نعیم الحق، جمعیت علماء برطانیہ کے امیر مولانا مفتی محمد اسلم، جمعیت علماء برطانیہ کے ڈپٹی سیکریٹری مولانا اسلام علی شاہ، بریڈفورڈ کے خطیب مولانا محمد ابراہیم اور دیگر علماء کرام نے بھی خطاب کیا۔ اس اجلاس میں متعدد قراردادیں بھی منظور کی گئیں جو مولانا محمد عمران جہانگیری نے پیش کیں۔ کانفرنس میں تلاوت کلام پاک قاری قمر الزمان اور قاری عبدالملک نے کی جبکہ حنیف شاہد رامپوری اور قاری عبدالملک نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں منظور ہونے والی قراردادیں:

۱:...... مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علمائے امت نے نوے سال تک مسلسل جدوجہد کر کے فتنہ قادیانیت کو ملت اسلامیہ کے جسد سے کاٹ دیا، چنانچہ جب ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تو مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ قادیانیت کا مسئلہ ختم ہو گیا، اس لئے جہاں عوام اس مسئلہ سے غافل ہو گئے، وہاں علماء کرام نے بھی تردید قادیانیت کو اپنے بیانات سے نکال دیا، جس کی وجہ سے قادیانی سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگے، اس لئے ضرورت ہے کہ نئی نسل کو اس فتنہ کی سنگینی سے آگاہ کیا جائے، لہٰذا اس اجتماع کی وساطت سے ہم دنیا بھر کے خطباء اور ائمہ حضرات خصوصاً برطانیہ بھر کی مساجد کے خطباء سے گزارش کرتے ہیں کہ مہینہ میں ایک بار فتنہ قادیانیت کی سنگینی اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت پر روشنی ڈالا کریں۔

۲:...... جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح کی ہے کہ وہ استعمار کا خود کاشتہ پودا ہے۔ تاہم حکومت برطانیہ سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ قادیانیوں کو مسلمان اور امت مسلمہ کا حصہ تصور نہ کرے اور نہ ہی قادیانیوں کو مسلمانوں کا نمائندہ تصور کیا جائے، بلکہ اس عظیم اجتماع کی وساطت سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جب حکومت برطانیہ اپنے تئیں سیکولرزم کی دعویدار ہے تو وہ کسی خاص مذہبی گروہ اور خصوصاً قادیانیت کی سرپرستی کر کے مسلم اکثریت کی دل شکنی نہ کرے۔

۳:...... اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے، اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ظلم، تشدد اور بربریت کی تعلیم نہیں دی بلکہ اس نے اپنے پیروکاروں کو محبت، اخوت، الفت اور ایثار و ہمدردی کا درس دیا ہے، لہٰذا ہم مغرب اور برطانیہ سمیت تمام قوتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کی پھبتی نہ کسی جائے اور مسلمانوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے دہشت گردی کا الزام دے کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل نہ کی جائے۔

۴:...... مسلمان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و احترام اور ان سے محبت و عقیدت کو اپنے ایمان کا حصہ جانتے ہیں اور خاص طور پر نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا تحفظ اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ایسے کسی بدباطن اور دریدہ دہن کو برداشت نہیں کرتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، مگر افسوس کہ برطانیہ جیسے سیکولر ملک نے سلمان رشدی جیسے دریدہ دھن اور ملعون کی ہفوات پر اسے ”سر“ کا خطاب دے کر امت مسلمہ کی دل آزاری کی ہے۔ ہم اس اجتماع کی وساطت سے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ مسلمانوں کے جذبات کا احساس و احترام کرتے ہوئے ملعون رشدی سے ”سر“ کا خطاب واپس لے اور اس کو برطانیہ سے ملک بدر کرے۔

۵:...... یہ اجتماع لال مسجد کی توہین، جامعہ حفصہ کے انہدام، قرآن کریم، مقدس کتب کی توہین و تحقیر اور ہزاروں معصوم طلبہ و طالبات کے قتل عام، ظلم و بربریت کی بدترین شکل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس درندگی کی بھرپور مذمت کرتا ہے اور عالمی طاقتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس ظلم و تشدد اور بعض انسانوں کے قتل عام کی بھیانک کارروائی کے خلاف آواز اٹھائیں اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے میں بھرپور کردار ادا کریں۔

نیز مدرسہ فریدیہ اور جامعہ حفصہ للبنات اسلام آباد، پاکستان کی سابقہ حالت برقرار رکھ کر اس کے اندر قرآن اور دینی تعلیمات کا اجرا کیا جائے اور بے گناہ گرفتار علماء کرام، طلبہ اور طالبات کو رہا کیا جائے اور دینی مدارس کے خلاف مذموم پروپیگنڈا بند کیا جائے۔ ☆☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

دعوتی مہم کی کامیابی کے زریں اصول

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

قرآن کریم کتاب دعوت وہدایت ہے اور اس میں جابجا امت محمدیہ کو فرضِ دعوت کی انجام دہی کی تلقین اور تاکید ملتی ہے' اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ مخاطب کے مزاج وذہن اور نفسیات کی مکمل رعایت کی جائے' داعی حق کو اپنی دعوتی زندگی میں متنوع ذہن ومزاج کے حامل افراد کا سامنا کرنا ہوتا ہے' اسی لئے دعوتی مشن میں اس کی مکمل کامیابی نفسیات کی رعایت کی مرہونِ منت ہے۔

انبیاء کرام کے طریق دعوت کا تجزیہ بتاتا ہے کہ اس میں مخاطب گروہ اور مدعو قوم کی نفسیات ومزاج کا ہر قدم پر لحاظ ہوتا تھا اور ان کی دعوت کی مقبولیت و تاثیر کے رازوں میں سے ایک راز یہ بھی تھا' انبیائی طریق دعوت کی روشنی میں مدعو ومخاطب گروہ کی نفسیات کی رعایت کے مختلف اصول اور طریقوں کی طرف رہنمائی ملتی ہے' جن میں سے چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

تبشیر وتیسیر:

صحابہ کرام ؓ کو مخاطب فرما کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"بشروا ولا تنفروا"

ترجمہ: "تم خوشخبری دو لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔"

داعیانِ حق کا راست طرزِ عمل یہ ہے کہ "انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین" (تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ کہ دشواری اور تنگی پیدا کرنے والے بنا کر)۔

حدیث مذکور کی روشنی میں یہ اصول سمجھا جاسکتا ہے کہ دعوتِ حق اس انداز سے دینا ضروری ہے کہ وہ مخاطب کے بعد' نفرت اور بے زاری کا سبب نہ بنے بلکہ اس سے مخاطب کا قرب' تعلق اور انس وانجذاب بڑھے' سہولت ونرمی کی رعایت مرحلۂ دعوت میں کامیابی کی کلید ہے' جب کہ تشدد اور سختی سے صرف ناکامی ہی ہاتھ آتی ہے۔

جاہلانہ حمیت کو مشتعل نہ ہونے دینا:

داعی حق کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی حال میں اپنے قول وعمل اور انداز وطریق سے مخاطب میں جاہلانہ حمیت کے اشتعال کا موقع نہ آنے دے' مخاطب کو اس کے باطل عقائد واوہام اور خاندانی خرافات وروایات سے نکالنے کا طریقہ ناصحانہ تلقین اور حکیمانہ تفہیم ہے نہ کہ خود براہ راست اس پر حملہ اور رکاوٹ دار تبصرہ' کیونکہ براہ راست حملہ عام طور پر مفید ہونے کے بجائے جاہلانہ حمیت کو برانگیختہ کرکے مخاطب کو دعوتِ حق کی علانیہ اور پرجوش مخالفت پر آمادہ کردیتا ہے' قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے:

"آپ میرے بندوں سے کہئے کہ
ایسی بات کہا کریں جو (حسن اخلاق اور
شائستگی کے اعتبار سے) بھلی ہو' بے شک
شیطان لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے' بے شک
شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔"
(بنی اسرائیل)

اس آیت میں داعی ومدعو کے نازک رشتے کا ذکر ہے' جو نرمی اور سہولت ہی سے باقی رہتا ہے اور خشونت وشدت سے ختم ہوجاتا ہے' مدعو خواہ کتنے ہی اکھڑپن' اشتعال اور شدت کا معاملہ کرے' داعی کو بھلی بات ہی کہنے کا حکم ہے' شیطان کی تمنا یہ ہے کہ داعی شدت وخشونت کا رویہ اپنائے تاکہ مخاطب کا دل قبولِ حق سے اور دور ہو اور اس میں عداوت وقساوت پیدا ہو' اسی لئے حکم ہے کہ داعی مدعو میں عناد ومخالفت اور جاہلانہ تعصب کی تخم ریزی کرنے والی ہر بات سے بالکلیہ اجتناب کرے۔

مراتب ومدارج کی رعایت:

داعی حق کا فرض یہ ہے کہ مخاطبین میں سربرآوردہ' عزت وریاست کے مقام پر فائز اور لائق تعظیم افراد کے ساتھ اپنا رویہ ان کے مرتبے کے مطابق رکھے' بشرطیکہ اس سے اس حق کے احترام و وقار کو صدمہ نہ پہنچے' جس کا وہ داعی ہے' حضرت موسیٰ ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجا گیا تو "قول لین" (نرم گفتگو) کے ذریعہ اس کے مرتبہ شاہی کی رعایت کا حکم دیا گیا' اور اسے موثر ترین طریق تبلیغ بتایا گیا۔

امام ابن کثیر ؒ کے بقول اس حکم میں بڑا سبق ہے کہ فرعون کے حد درجہ تمرد وطغیانی کے باوجود

حضرت موسیٰ جیسے مقبول بندے کو اس سے لطف و ملائمت سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے اور مولانا آزاد کے بقول یہی انبیاء کے طریقِ دعوت کی اصل الاصول ہے۔

مخاطب کی صلاحیت اور طلب کی رعایت:

یہ نکتہ بھی کارِ دعوت میں سرگرم فرد کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ مخاطب کی صلاحیت' استعداد' قوتِ اخذ اور طلب کتنی ہے' اس کا ظرف کیا ہے' پھر اس روشنی میں باریک بینی کے ساتھ دعوتی مشن میں لگنا چاہئے' قرآن کریم میں اس کی تائید ملتی ہے' قرآن عربوں کو ''قوماً لدا'' ضدی اور جھگڑالو قوم بتاتا ہے اور ان سے بحث کا وہ طریقہ اپناتا ہے جو کسی جھگڑالو قوم کے لئے مناسب ترین ہو' اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا انداز دعوت شہریوں اور دیہاتیوں کے ساتھ الگ الگ ہوتا تھا اور یہ فرق صرف نفسیات' استعداد' طلب اور ظرف کے فرق کی وجہ سے تھا' اور اس کے بغیر منزل مراد تک پہنچنا مشکل ہے۔

اوقات کی رعایت:

داعیِ حق کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ان اوقات میں دعوتی عمل نہ کرے جب مدعو مخاطب اعتراض' نکتہ چینی' عیب گیری اور استہزاء کی طرف مائل ہو' کیونکہ ان اوقات میں دعوت بے فائدہ ثابت ہوتی ہے' اس کے لئے مناسب و موزوں وقت کا انتظار کیا جائے' جب مخاطب نکتہ چینی کی طرف مائل نہ ہو تب دعوتی عمل شروع کیا جائے' قرآن میں یہ حکم ہے:

''جب آپ ان کافروں کو ہماری آیات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے دیکھیں تو ان سے اعراض کیجئے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔'' (سورۂ انعام)

مخاطب کے نشاط اور توجہ کی رعایت:

داعیِ حق کو عمل دعوت میں ہر اس اقدام سے بچنا چاہئے جو مخاطب کو اکتاہٹ میں مبتلا کردے یا اس کے نشاط میں کمی کردے یا اس کی توجہ دوسری طرف موڑ دے' بے ضرورت تکرار اور طول بیانی' خشکی' مخاطب کی دوسرے کام میں دلچسپی کے وقت دعوت' یہ وہ امور ہیں جو مخاطب کو اکتاہٹ میں مبتلا کرتے اور بے زار بناتے ہیں' احادیث نبویہ میں اس کی تاکید آئی ہے کہ طول بیانی بھی نہ ہو اور کثرت بیانی بھی نہ ہو' آپ ﷺ نے خطب و مواعظ میں ایجاز و اختصار اور وقفہ وقفہ سے بیان کا حکم دیا اور خود اس پر کاربند رہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی کا التزام کیا۔

ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھانا:

اجتماعی و انفرادی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آتے ہیں جو دعوتی عمل کے لئے بہت موزوں اور سازگار ہوتے ہیں' دوراندیش اور صاحب بصیرت داعی ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا ہے اور اپنی صدا بلند کرتا ہے:

جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوتی فضا سازگار پائی تو جیل کے ساتھیوں کو بہت پُرزور انداز میں توحید اور دین قیم کی دعوت دی اور واضح کیا کہ مختلف ارباب باطلہ کے بجائے وہ خدائے واحد معبود ہے' جو غالب ہے' حاکم مطلق ہے' اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۂ یوسف)

پھر ماضی قریب میں اسی سنت یوسفی کا اعادہ تحریک سید احمد شہید رحمہ اللہ کے قافلہ سالار علمائے حق نے کی جن میں مولانا جعفر تھانیسری اور مولانا یحییٰ علی رحمہ اللہ کے نام سرفہرست ہیں۔

اسلوب کلام کا فرق:

داعیِ حق کو اپنے عمل دعوت میں یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ عوام سے خطاب کا جو اسلوب ہو خاص اور اہل علم سے خطاب کا اسلوب اس سے مختلف ہونا چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ مقولے مبنی برحقیقت ہیں کہ: ''لوگوں کو ان کے مراتب کے مطابق رکھو'' اور ''لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرو''

اسلوب کا جمال اور نرمی مخاطب کے دل کو داعی کی طرف کھینچنے کا قوی سبب ہے۔

یہ چند اصول ہیں جن کی رعایت ہر مرحلۂ دعوت میں کامیابی کی ضمانت ہے' ماضی میں داعیانِ حق کی کامیابی کے پس پردہ یہ زریں اصول رہے ہیں' آج بھی کامیابی کا حصول انہیں پر موقوف ہے۔

☆☆..........☆☆

نعتیہ کلام

مولانا افضال الحق جوہر قاسمی' دارالعلوم گورکھپور

غم دے کے مشت خاک کو انساں بنادیا — غم راس آگیا تو مسلماں بنادیا
دل آپ کی طرف نگاہیں ہیں چار سو — اس کشمکش نے گھر کو بیاباں بنادیا
شبنم کو اس نے دل تو دیا زندگی نہ دی — گزری جہاں جہاں سے گلستاں بنادیا
انسانیت کو نور نبوت عطا کیا — چشم خرد کو دیدۂ عرفاں بنادیا

جوہر کو اس نگاہِ کرم کی ہے آرزو
پتھر کو جس نے لعلِ بدخشاں بنادیا

قبولِ حق کے بعد زمانے کی ستم ظریفی

ہر زمانے میں راہِ راست کے راہ گیروں کی سواری کو دشواری ہوتی ہے' تاریخ گواہ ہے سچائی کے ساتھ وفاداری میں ناداری تک ملتی ہے' ہر دور میں حق شناس و شریف الطبع لوگوں کو زمانے کے فرعون و نمرود نے تمرد و سرکشی' طاقت و قوت کے نشے میں ڈوب کر مصائب و آلام آزمائش و امتحان کی بھٹی میں تپایا اور یہ تپ کر کھرے ہوئے اور یہ ظالم اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم میں جا گرے' حق پرست بوریا نشینوں کے چین و سکون کو تاراج کر کے اپنے ظلم و جہل کا راج قائم کرنا چاہا اور بقول سلطان القلم مناظر احسن گیلانی ؒ:

"اور پہلی مرتبہ نہیں بلکہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایمان پر کبھی جبر نہیں کیا گیا' بلکہ بے ایمانی پر مجبور کرنے کے واقعات سے تو تاریخ بھری پڑی ہے' اس پر بے ایمانوں نے پھیلایا کہ ایمان ہی جبر سے پھیلا۔"

تو بھلا ایک غریب الوطن قبیلہ ہذیل کا رہنے والا جب دامن محمدی سے وابستہ ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو سرکارِ دو جہاں کے قدموں میں ڈال دیا' تو ان پر کتنا کچھ ظلم ہوا ہوگا؟ اور کس کسمپرسی اور کس مجبوری و بے کسی کے ساتھ معاشرے میں جی رہے ہوں گے؟ اپنوں اور غیروں کی دھمکیوں و بھبکیوں کا سامان ہوگا وہ محتاج بیان نہیں' اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حرم پاک میں حضور اکرم ﷺ جناب رب باری کے سامنے سر بسجود عبادت میں مشغول تھے اور ابوجہل لعین کے ایماء و اشارے پر محروم القسمت بدبخت عقبہ بن ابی معیط نے دوران نماز حضور ﷺ کی گردن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی' آہ! شقی نے یہ بھی نہ سوچا کہ جان آفریں کا جاناں (محبوب) عقیدت کی جبیں رکھ کر اپنے محب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہے' دکھوں و غموں سے چور دل کو لذت وصال سے معمور کر رہا ہے' حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ جو اس واقعہ کے چشم دید راوی ہے' ارشاد فرماتے ہیں: کیسا دردناک و اندوہ ناک منظر تھا کہ حرم پاک میں محبوب کائنات کے ساتھ یہ بے اکرامی و بدتمیزی عاشق صادق محب کامل حضرت

مولانا ریاض الدین

عبداللہ بن مسعود ؓ کے جگر پر جو آرے چلے ہوں گے ان کا ضمیر جو مجروح مغموم ہوا ہوگا' ان کی محبت و عقیدت کا جو خون ہوا ہوگا' ان کے جذبات و احساسات میں جو ہلچل مچی ہوگی زبان و قلم ان کی ترجمانی سے عاجز ہے' البتہ عقیدت و محبت کے ملے جلے جذبات میں جو الفاظ ان کی زبان مبارک سے نکلے ان کو سپرد قرطاس کرتے ہیں:

"اے کاش! میرے پاس طاقت و قوت ہوتی' میرا خاندان یہاں ہوتا تو حضور ؐ کی پشت مبارک سے غلاظت پھینک دیتا' پھر ان شریروں اور اوباشوں کی خبر لیتا۔"

کن ملے جلے جذبات و عقیدت سے یہ جملے نکلے تھے کہ رب کائنات نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی آہ و سسکی اور فرعون ہذہ الامت (یعنی ابوجہل) کا سر تن سے جدا کرنے کا شرف حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو حاصل ہوا۔

اسی طرح حضرت سعد ؓ بن ابی وقاص ارشاد فرماتے ہیں: ہم چھ آدمی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے' چند مشرکین نے حضور اکرم ﷺ سے یہ فرمائش کی کہ ان کو ہٹا دیجئے ہم اس کو پسند نہیں کرتے کہ یہ لوگ ہمارے برابر بیٹھیں اور بے باکانہ بات چیت کریں' ان چھ آدمیوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی ذات گرامی بھی شامل تھی اور حضور اکرم ﷺ کے ذہن مبارک میں بھی کچھ خیال آیا کہ شاید اس طرح ان کو ہدایت نصیب ہوجائے' لیکن اللہ کو یہ رعایت پسند نہیں آئی لہٰذا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی ...... الخ."

(سورۃ انعام)

ترجمہ: "اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اسی کی رضا۔" (تفسیر عثمانی)

ادھر کبر و نخوت کی انتہا یہ تھی کہ آدمی قبول حق کی وجہ سے معاشرے میں اس قابل بھی نہ رہا کہ وہ اپنے جیسے ہم جنس لوگوں کا ہم نشین بن سکے' مگر عرش بریں سے جو ان خاک نشین کو عزت و منزلت کی سند

ملی' رب کائنات کی محبوبیت حضور اکرم ﷺ کی اپنائیت' ملائکہ و خلائق کے منظور نظر بنے' کیا تا قیامت ایسی عنایت و رعایت والی بات پیش کی جاسکتی ہے؟ کیا خالق دو جہاں اب کسی سے کہے گا کہ اے بندے میں تم سے راضی ہوگیا اور میں تم کو خوش کردوں گا؟ کیا سرکار دو جہاں کی سچی زبان سے اب کسی کو جنت کی بشارت ملے گی؟ کیا کسی سے کہا جائے گا کہ جنت کو تمہارا اشتیاق ہے؟ کیا اب کسی کو کوئی فرشتہ سلام کرے گا' یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہا جائے گا' نہیں اور سو بار نہیں' "جزا اللہ عنا محمداً و اصحاب عما هو اهله "(اے خالق دو جہاں فاطر ارض وسماء اپنی بے پناہ مہربانیاں ان نفوس قدسیہ پر نازل کیجئے' رحمتوں و عنایتوں کی بارش برسایئے دامن عفو و مغفرت میں چھپا کر اعلیٰ علیین تک پہنچایئے اور ہم بعد والوں کو ان کی کامل اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

علی الاعلان حرم پاک میں تلاوتِ کلام پاک کا آغاز:

آپ خدا کے ان متوالوں اور حضور اکرم ﷺ کے نام لیواؤں میں سے تھے جو زمانے کی نفرت و عداوت سے مستغنی ہوکر سب سے پہلے حرم پاک میں با آواز بلند قرآن پاک کی تلاوت کا آغاز فرمایا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں' جنہوں نے مکہ مکرمہ میں ہانکے پکارے' قرآن کی تلاوت کی' ایک دن رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اکٹھے ہوئے اور انہوں نے آپس میں کہا کہ بخدا قریش نے کبھی کسی کو اعلانیہ بلند آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے نہیں سنا' ہم میں سے کون آدمی انہیں قرآن کریم سنائے گا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سناؤں گا۔ صحابہ کرام نے کہا ہم آپ کے بارے میں خائف ہیں' ہمارا ارادہ ہے کہ ہم میں سے ایسے شخص کو یہ کام کرنا چاہئے جس کا قبیلہ طاقت ور ہو تاکہ قوم اگر اس پر دست درازی' ظلم و زیادتی کرے تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت و نصرت کرے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اللہ عزوجل میری حفاظت فرمائے گا' پھر وہ دن چڑھے چاشت کے وقت مقام ابراہیم پر پہنچے جب کہ قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مقام ابراہیم پر کھڑے ہوگئے اور بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھنا شروع کیا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الرحمن علم القرآن۔" (سورۂ رحمن)

ترجمہ: "اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے

رحمن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کی طرف منہ کرکے پڑھتے رہے' قریش کے لوگ سوچتے رہے اور ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کیا کہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ وہ کلام جو حضرت محمد (ﷺ) لائے ہیں' وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور ان کے چہرے پر تھپڑ مارنے لگے (بھلا توحید کا متوالا حضور کا نام لیوا ان ظالموں کے ظلم سے کب اعلانِ حق اور کلامِ برحق کے پڑھنے سے رکنے والا تھا' بلکہ پٹتے جاتے اور حلاوت کے ساتھ تلاوت کرتے جاتے) اور جتنی تلاوت اللہ تعالیٰ کو منظور تھی اتنی انہوں نے کردی' ان شقی القلب لوگوں نے انہیں اپنی دانست میں مار ہی ڈالا تھا' مگر قدرت کے ہاتھوں روشن کی ہوئی علم و عمل کی یہ شمع جو آفتاب علم سے اکتساب علم کرکے دنیا کو روشنی بخشنے والی تھی' خدا کے حکم کے بغیر کیسے بجھ جاتی' زخموں سے چور چور ہوگئے مگر زندہ رہے اور چہرے پر ضربوں کے نشانات لئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس واپس آئے تو انہوں نے فرمایا: "ہمیں آپ کے بارے میں یہی خوف لاحق تھا۔"

دوستوں کی شفیقانہ ملامت سن کر کوئی ضعیف الایمان یا وقتی جوش و جذبے سے مغلوب ہوجانے والا انسان شاید یہی کہتا کہ تم ٹھیک کہتے ہو' اگر میں تمہاری بات مان لیتا تو یہ نوبت نہ آتی مگر اسلام کے اس جانباز و سرفروش مجاہد نے توحید کے نشے میں ڈوب کر جو جواب دیا وہ سننے کے لائق ہے' فرمایا: "آج سے بڑھ کر یہ دشمنان خدا میرے لئے کبھی اتنے ہلکے اور ذلیل نہ تھے۔" اگر تم چاہو تو میں کل پھر اسی طرح ان کے سامنے جاکر قرآن مجید بلند آواز سے پڑھوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اسی قدر کافی ہے' آپ نے انہیں وہ کچھ سنادیا جس کو سننے کو وہ روادار نہیں تھے۔ (ماخوذ سیرت ابن اسحٰق)

☆☆............☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مراقی مسیحیت کے کرشمے ہیں کہ وہ خود سے خود پیدا ہوکر مسیح ابن مریم بن گیا۔ ہر قادیانی کے منہ پر ایک لعنت برستی ہے' جس کو اہل نظر فوراً پہچان لیتے ہیں۔ زندیق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو مگر در پردہ کفریہ عقائد رکھتا ہو۔

نیکی و تقویٰ اور درازیٔ عمر

عام طور پر مسلمانوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ نیک اور صالح خدا کے برگزیدہ بندوں کی عمریں بالعموم کم ہوا کرتی ہیں اور سرکش و ظالم لوگوں کو خدا کی طرف سے ڈھیل ملتی رہتی ہے اور وہ کافی عرصے تک دنیا میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے زندہ رہتے ہیں۔

سطور ذیل میں ہم رسول اللہ ﷺ کی ایک گرانقدر حدیث پر ایک مختصر سا تاریخی جائزہ پیش کر رہے ہیں' جس میں آنحضرت ﷺ نے نیک اعمال کرنے والوں کو درازی عمر کی بشارت دی ہے' حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ یہ ہیں:

"تقدیر کا فیصلہ اگر کسی چیز سے تبدیل ہوسکتا ہے تو وہ صرف "دعا" ہے' اسی طرح "نیکی" ہی وہ واحد عمل ہے جس کے نتیجہ میں عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔"

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بے فکری' اطمینان' دولت کی فراوانی' عمدہ غذائیں' بہترین لباس' حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی' ذہنی آسودگی وغیرہ عمدہ صحت اور پھر اس کے نتیجہ میں ایک طویل اور خوش و خرم زندگی کی ضمانت ہیں' لیکن جب ہم ان نظر فریب حقائق کا تاریخی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔

جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک طرف علماء کرام اور صلحائے امت نظر آتے ہیں' جن کی تمام تر زندگانی احکام اسلام کی پابندی اور نیکی و تقویٰ کے کاموں میں بسر ہوئی اور دوسری طرف وہ سلاطین و امراء ہیں جو دنیاوی جاہ و حشمت کا نمونہ تھے اور آرام و آسائش بے فکری اور فارغ البالی ان کا طرۂ امتیاز تھی۔

تاریخی حقائق کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ دنیا میں کوئی اور قوم ایسی نہیں ہے جس نے تیرہ سو برس کے طویل زمانے کے ہر عالم کی سوانح عمری لکھی ہو' اگر ہم فن اسماء الرجال کی تمام کتابیں اکٹھی کرکے جائزہ لیں تو تقریباً اس میں پانچ لاکھ ممتاز لوگوں کی سوانح عمریاں اور ان کی خصوصیات لکھی پائیں گے اور ہم یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی دس برس کا زمانہ بھی ایسا نہیں ہے' جس کے علماء کا تذکرہ نہ لکھا گیا ہو' چنانچہ ہم فن اسماء الرجال کی مستند کتابیں جیسے "تذکرۃ الحفاظ" اور "ابن خلکان" وغیرہ

ڈاکٹر ابوعدنان سہیل

کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ سلاطین و امراء کی بہ نسبت علماء امت اور صوفیاء کرام نے نعمت حیات کا حصہ زیادہ پایا ہے اور باوجود زہد و ریاضت کے ان کی عمریں طویل ہوئی ہیں' اس کے برعکس سلاطین اور امراء کی مدت ہائے حیات تاریخ کے ریکارڈ پر عموماً مختصر اور کم دکھائی دیتی ہے' خاص طور پر وہ سلاطین اور امراء جو عیش و عشرت میں ڈوب کر نیکی اور بھلائی کے کاموں کو فراموش کرچکے تھے یا جن کے ظلم و ستم اور جور و تعدی سے خلقت پریشان و ہراساں رہی ہے' وہ اس کارزار ہستی سے بہت جلد ہی چلے گئے۔

تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ معمر محدثین کرام گزرے ہیں' جنہوں نے نیکی و پرہیزگاری کو اپنی عادت اور شعار بنالیا تھا' فقہاء میں شیخ ابواسحٰق شیرازی ؒ جن کی عمر تراسی برس کی ہوئی' ان کے متعلق ابن خلکانؒ نے لکھا ہے: "وہ تقویٰ اور احکام دین کی سختی میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔"

ابوعمر لغویؒ جن کی عمر ایک سو دس برس کی ہوئی' ان کی نسبت ابن خلکانؒ کا بیان ہے کہ: "وہ مرتے دم تک اپنے ہاتھ سے لکھتے رہتے تھے۔"

ظاہری بات ہے کہ لکھنے کا عمل موقوف ہے قوت نگاہ' قوت حافظہ' قوت دماغ اور ہاتھ کی طاقت پر' چنانچہ علامہ بدرالدین عینی ؒ نے ہدایہ کی شرح نوے برس کی عمر میں لکھی تھی جو چار ضخیم جلدوں اور چار ہزار ایک سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے' علامہ موصوف نے شرح کے آخر میں خود اس امر کی توضیح کی ہے کہ اس کے لکھنے کا اتفاق اکثر رات کے وقت ہوتا تھا' امام ابن السنی ؒ کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی' جب ان کا دم واپسیں کا وقت آیا تو اس حالت میں تھے کہ لکھتے لکھتے قلم کو دوات میں رکھ دینے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے کہ اسی عالم میں روح عالم بالا کی طرف پرواز کرگئی۔

قاضی شریح تابعی ؒ نے سو برس کی عمر پائی' بہتر برس تک انہوں نے عہدۂ قضا کی خدمات انجام دیں اور اس قوت اجتہاد کے ساتھ کہ ان کے فیصلے مجتہدوں کے لئے راہنمائی اور فقہ کے لئے اصول قرار پائے' امام ادب ثعلبی نے اکیانوے برس کی عمر پائی ایک روز جمعہ کی نماز پڑھ کر بازار میں چلے جاتے تھے اور چلتے چلتے کتاب کا مطالعہ بھی جاری تھا کہ ناگہانی کسی جانور کا دھکا لگ گیا اور یہی صدمہ ان کی موت کا سبب بن گیا۔

دوسری طرف سلاطین اور امراء کی زندگانی پر بھی ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی جائے تو بہتر ہوگا' خلفائے بنی امیہ میں یزید بن معاویہ' جس کے دور حکمرانی میں نواسۂ رسول حضرت حسین ؓ کو کربلا کے میدان میں بے دردی سے شہید کیا گیا اور جو معرکہ حرہ کے خونچکاں واقعات اور اہانت مدینۃ الرسول جیسی شرمناک حرکات کا ذمہ دار ہے' وہ صرف اتالیس سال کی عمر میں دنیا سے چلا گیا' اس کا بیٹا معاویہ ثانی بمشکل تمام اکیس سال ہی جی سکا' سلیمان بن عبدالملک جس کے حکم سے قتیبہ بن مسلم باہلی اور محمد بن قاسم جیسے عظیم جرنیلوں کے سر اتارے گئے' یہ بھی اتالیس سال کی عمر میں فوت ہوگیا تھا' اسی طرح یزید بن عبدالملک جس نے غصہ کی حالت میں قرآن مجید کے اوراق کو چاک اور پارہ پارہ کردیا تھا' اس نے بھی صرف چونتیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

خلفائے بنی عباس میں بانی خلافت عباسیہ ابو عبداللہ سفاح صرف اٹھائیس سال دنیا میں رہ کر چلا گیا اور قتل و خونریزی کا ایک عظیم دفتر اعمال اپنے ساتھ لے گیا' منصور اور مہدی نے علی الترتیب ساٹھ سال کی عمر اور بیالیس سال کی عمر پائی' خلیفہ ہادی جو ہارون الرشید کا باپ تھا' صرف تینتیس برس کی عمر میں فوت ہوگیا تھا' ہارون الرشد جیسے جلیل القدر حکمران نے بھی کل اکتالیس سال کی عمر پائی' اسی طرح مامون و معتصم ۴۷' ۴۸ سال اور واثق چھتیس سال زندہ رہے' تمام خلفاء بنی عباس میں صرف القادر باللہ (عمر ۸۱ سال) القائم (۷۶ سال) اور المقتفی باللہ (عمر ۶۶ سال) ایسے گزرے ہیں' جن کی عمریں طویل ہوئیں' لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ ان کی زندگی ان اصولوں کے تحت بسر ہوئی تھی جو علماء کی زندگی کا خاصہ تھے' خلیفہ القادر باللہ جس کی عمر ۸۱ سال کی ہوئی' اس کی نسبت علامہ جلال الدین سیوطی ؒ نے لکھا ہے کہ اس خلیفہ کا شمار فقہاء میں ہے' امام ذہبی ؒ نے اس کو اپنے عہد کا ''رأس الفقہاء'' لکھا ہے' اسی طرح القائم باللہ کی بابت علامہ سیوطی ؒ لکھتے ہیں: ''وہ متقی' دین دار اور زاہد و عالم شخص تھا۔''

اسی طرح خلیفۃ المسلمین المقتفی باللہ کے بارے میں علامہ موصوف کا ریمارک ہے: ''وہ زاہد' عبادت گزار اور پرہیزگار تھا۔''

خلفائے بنی عباس کے پیش رو خلفاء بنی امیہ میں صرف صحابی رسول حضرت امیر معاویہ ؓ نے سب سے زیادہ عمر پائی' آپ ؓ کا انتقال ۶۰ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوا تھا۔

یہاں پہنچ کر یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ علماء اور صلحاء کی بہ نسبت سلاطین و امراء کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے یہ بھی ہوسکتی ہے کہ موخر الذکر لوگوں کو امور سلطنت کی انجام دہی اور انتظام ملکی کے سلسلے میں فکر و تشویش لاحق رہتی تھی' جوان کی عمر کی جڑ کاٹتی رہتی تھی' لیکن یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں ہے' تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر سلاطین اور امراء ایسے نہ تھے جو مبتلائے تشویش رہتے ہوں' ایک بڑی تعداد ایسے حکمرانوں کی گزری ہے جو قطعی امن و سکون کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے' عباسی خلفاء میں خلیفہ ہارون الرشید' مامون اور معتصم وغیرہ کا دور ''عہد زریں'' کہا جاتا ہے' لیکن یہ لوگ باوجود بے فکری اور اطمینان و خوشحالی کے زیادہ عمریں نہ پاسکے' اس کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگلے زمانے کے سب علماء اور صلحائے امت نے بھی آسودہ زندگی نہیں پائی' حکام کی سختیاں' معاصرین اور معاندین کی ایذا رسانیاں اکثر ان کے لئے وبال جان بنی رہتیں' ان کے علاوہ ان پر طلب علم کی زحمتیں' مجاہدے اور نفس کشی کی صعوبات مستزاد تھیں۔ صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی نے اپنے ایک رسالہ میں ۷۷۵ علمائے امت کی عمریں بالتصریح درج کی ہیں' یہ فہرست انہوں نے ''تذکرۃ الحفاظ'' ابن خلکان اور ''شقائق نعمانیہ'' کے علاوہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ کے بعض رسائل کے مدد سے مرتب کی ہے' اس وقیع فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس میں کم از کم ساٹھ سال اور زیادہ سے زیادہ ایک سو بیس سال کے علماء کی عمریں ملتی ہیں۔

مذکورہ بالا فہرست کے مطابق ساٹھ برس کے دس' پینسٹھ کے گیارہ' ستر کے پچیس' پچھتر کے چوبیس' اسی کے چالیس' پچاسی کے انتیس' نوے کے چوبیس' پچانوے کے اٹھارہ اور سو سال کے پندرہ علماء کرام کے نام ملتے ہیں' اسی طرح دو ایک یا پانچ برس کے ایک ایک نام' ایک سو چھ برس کا' ایک نام ایک سو دس برس کا' ایک ایک سو سترہ برس اور ایک سو سولہ اور ایک سو اٹھارہ برس کے بھی صرف ایک ایک نام ہی ملتے ہیں' اس فہرست میں صرف دو نام ایک سو بیس برس کے علماء کے نظر آئے' صدر یار جنگ نے یہ تمام طویل عمریں چھانٹ کر نہیں لکھی ہیں' بلکہ انہوں نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ اپنی فہرست میں انہوں نے صرف ان علماء کی عمریں درج کی ہیں' جن کی سن ولادت و وفات مذکورہ کتابوں میں نظر پڑی یا صرف سن وفات درج تھی اور اس کے ساتھ یہ تصریح بھی درج تھی کہ اس قدر عمر ہوئی' صدر یار جنگ نے مزید احتیاط یہ کی ہے کہ ان کتابوں میں جہاں جہاں علماء کی عمروں میں اختلاف تھا' وہاں انہوں نے اس قول کو لیا ہے' جس مین عمر کم بتائی گئی ہے۔

دوسری طرف خلفائے بنی امیہ' خلفائے بنی عباس' عبیدیین' آل بویہ' آل حمدان' سلاطین سلجوقیہ اور دولت ایوبیہ صلاحیہ' غرض تاریخ اسلام کے عہد ملوکیت کی تمام تاریخ کھنگال لیجئے' آپ کو ایک بادشاہ یا خلیفہ بھی ایسا نہیں ملے گا' جس نے سو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی ہو' اس سے حدیث رسول ﷺ کی یہ صداقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نیکی اور تقویٰ کی زندگی گزارنے والے ہمیشہ طویل عمریں پاتے رہے ہیں اور عیش کوشی و خدا فراموشی کے مرتکب لوگوں نے ہمیشہ نعمت حیات کا حصہ کم سے کم پایا ہے' بعض مستثنیات سے قطع نظر یہ بات کل بھی ایک مسلمہ حقیقت تھی' آج بھی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہے گی۔

☆☆..........☆☆

دین کا عروج و زوال

نظر و فکر: مولویت کیوں ضروری ہے!

مولانا محمد سلمان منصور پوری

جدت پسندوں کا نظریہ یہ ہے کہ دین کا عروج مادی ترقی اور آزاد خیالی پر ہے' اور ان کی نظر میں دین کا زوال یہ ہے کہ قوم فقہی روایات کی پابند رہے اور دین میں من مانی اور جدت آرائی سے محفوظ ہو' اسی لئے یہ لوگ جب دیکھو علماء اور مفتیان پر طنز کرتے نظر آتے ہیں اور ان کی شان میں زبان درازی کرتے نہیں تھکتے' حالانکہ دین کے عروج وزوال کا تعلق آزاد روی اور فکری آزادی پر نہیں ہے' بلکہ سلف صالحین کی اتباع پر ہے' خود ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان حکمت مآب سے دین کی ترقی اور تنزلی کی علامت واضح طور پر بیان فرمادی ہے' ذرا انصاف کی نگاہ سے اس ارشاد عالی کو ملاحظہ کریں:

"حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کا ایک عروج ہوتا ہے' اور ایک تنزل' اور اس دین کا عروج وہ علم ہے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے یہاں تک کہ پورے کا پورا قبیلہ شروع سے اخیر تک دین کی سمجھ حاصل کرے گا سوائے دو ایک فاسق لوگوں کے جو پٹے پٹائے اور ذلیل ہوں گے' اگر وہ کوئی غلط بات کریں گے بھی تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کرادیا جائے گا' اس کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دین کے زوال میں سے یہ ہے کہ پورے کا پورا قبیلہ شروع سے آخر تک علم دین سے محروم ہوگا' سوائے ایک دو فقیہ کے کہ وہ بھی پٹے پٹائے اور ذلیل ہو کر رہیں گے' اگر وہ کوئی حق بات کریں گے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کرادیا جائے گا اور لوگ کہیں گے' کہ کیا تم ہم پر رو باؤ بنا رہے ہو؟ کیا تم سرکشی کررہے ہو؟ یہاں تک کہ اس قبیلہ کی پارٹیوں' مجلسوں اور بازاروں میں برسر عام شراب پی جایا کرے گی۔" (الفقیہ والمتفقہ)

اور اسی معنی کی ایک دوسری روایت بھی ملاحظہ ہو:

"حضرت معاذ بن جبل ؓ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں دین کی سمجھ رکھنے والوں کی کثرت فرمادیتے ہیں اور جاہلوں کی تعداد کم فرمادیتے ہیں' یہاں تک کہ اگر کوئی عالم گفتگو کرتا ہے تو اسے بہت سے تائید کرنے والے مددگار مل جاتے ہیں اور اس کے برخلاف جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں دین سے جاہلوں کی کثرت اور علماء کی قلت فرمادیتے ہیں' حتیٰ کہ اگر جاہل کوئی بات کہتا ہے تو وہ اپنے تائید کرنے والے پالیتا ہے اور جب عالم اور فقیہ بات کرتا ہے تو اسے ڈانٹا اور ڈپٹا جاتا ہے۔" (الفقیہ والمتفقہ)

آج غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دین کے زوال کی یہ علامت بکثرت پائی جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی بیان کردہ کیفیت موجودہ صورت حال پر پوری طرح منطبق ہے' جہاں کوئی شخص دین کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر ذرا روشن خیالی اور روشن فکری کی بات کرے تو اس کے سینکڑوں معاونین نکل آتے ہیں اور اس کی جاہلانہ بات کی تائید میں اخبارات کے صفحات سیاہ ہونے شروع ہوجاتے ہیں اور اس کے برخلاف اگر کوئی مفتی کسی سلگتے ہوئے مسئلہ پر شریعت کا صحیح موقف بیان کردے تو "راشد شاز" جیسے دسیوں نام نہاد دانشور اس عالم کے خلاف طنز وتشنیع کا بازار گرم کردیتے ہیں' آئے دن اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے' کبھی تین طلاق کا مسئلہ' تو کبھی خاندانی منصوبہ بندی اور کبھی ٹیلیویژن پر دینی پروگراموں کا معاملہ' ایسے سب مسائل میں بحث جاہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے اور علم ہو یا نہ ہو ہر ایک لچر مراسلے اور مضامین لکھ کر بہتی گنگا میں ہاتھ دھولیتا ہے اور ہر ایک کی کوشش کا واحد نقطہ فکر یہی ہوتا ہے کہ کس طرح قوم کا اعتماد علماء فقہاء سے ختم کیا جائے؟ اور علماء کو درمیان سے ہٹا کر دین کی من مانی تشریح کا راستہ ہموار کیا جائے؟

"راشد شاز" جیسے علماء وفقہاء سے بغض رکھنے والے لوگ ذرا آئینہ اٹھائیں اور خود اپنے دانشور طبقہ کی معاشرتی زندگی اور ذاتی رہن سہن کا انصاف سے جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اختلافی فقہی مسائل تو دور رہے ان کی زندگی ایسے منکرات میں لت پت ہے' جن کی حرمت قرآن وسنت میں منصوص' شراب نوشی' سود خوری' رشوت خوری میں عام ابتلا ہے اور بے پردگی کا تو پوچھنا ہی کیا؟ یہ "تعلیم یافتہ" عورتیں ایسے ہیجان انگیز لباس میں رہتی ہیں کہ شاید یورپ کی خواتین بھی انہیں دیکھ کر شرما جائیں اور حیرت ہے کہ آج انہی واہیات باتوں کو "معیار عزت" اور "خاندانی اسٹینڈرڈ" سمجھا جاتا ہے اور ان باتوں پر نکیر کرنے والوں پر ناک بھنویں چڑھ جاتی ہیں۔ افسوس ہے کہ "راشد شاز" صاحب جیسے لوگوں کو یہ توفیق تو ہوتی نہیں کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی ان نازیبا حرکتوں پر نکیر کریں' لیکن وہ اپنی ساری صلاحیت مولویوں پہ لعن طعن میں صرف کر رہے ہیں' حیرت ہے کہ آپ دنیا پر دین نافذ کرنے کی بات کر رہے ہیں اور اس بات پر ٹسوے بہا رہے ہیں کہ نعوذ باللہ امت "خیر امت کے منصب" سے معزول ہو چکی ہے تو پہلے خود اپنے طبقہ کی ذاتی زندگی' معاملات اور معاشرت میں ہی دین نافذ کرلیں اس کے بعد ہی دوسروں کو الزام دیجئے گا!!

علماء حق آخری زمانہ تک موجود رہیں گے:

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جدت پسند ٹولہ خواہ کتنی ہی کوشش کرلے وہ علماء حق کو بالکل مٹا نہیں سکتا' ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری امت میں برابر ایک جماعت حق پر مضبوطی سے قائم رہے گی جس کو کسی کی مخالفت نقصان نہ پہنچا سکے گی۔" (ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ)

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"علم سیکھنے سے آتا ہے اور فقہ تفقہ سے حاصل ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں' اسے دین کی سمجھ سے نواز دیتے ہیں اور اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی (صحیح معنی میں) اس سے ڈرنے والے ہیں اور میری امت میں برابر کچھ لوگ حق پر ثابت قدم اور لوگوں پر غالب رہیں گے جو اپنے مخالفین اور دشمنی کرنے والوں کی مطلق پروا نہ کریں گے تا آنکہ اللہ کا حکم (قیامت کا قریبی زمانہ) ان کے غالب ہونے کی حالت میں نہ آجائے' (یعنی اخیر تک یہ جماعت اپنے دلائل کی قوت کے اعتبار سے اہل باطل پر غالب رہے گی)۔"

(الفقیہ والمتفقہ)

نیز ایک روایت میں اس جماعت کی اہم ذمہ داریاں گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اس علم دین کے حامل بعد میں آنے والوں میں سے وہ معتبر حضرات ہوں گے جو غلو پسندوں کی لفظی ومعنوی تحریفات' باطل پسندوں کی فریب کاریوں' اور جاہلوں کی فاسد تاویلات کو مٹادیں گے۔"

(مشکوۃ)

ارشادات بالا کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ علماء حق کی ایک جماعت قیامت کے قریب تک موجود رہے گی' جو تمام عقائد باطلہ اور افکار فاسدہ کی تردید کا فرض انجام دیتی رہے گی اور مخالفین لاکھ کوششیں اور جتن کرنے کے باوجود اس جماعت حقہ کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو پائیں گے' لہٰذا راشد شاز جیسے لوگ کتنا ہی منہ بھر کر علماء کو کوستے رہیں یا ان کا اثر مٹانے کی کوشش کرتے رہیں' انشاء اللہ امت کا غالب طبقہ ان کی ہرزہ سرائیوں سے ہرگز متاثر نہ ہوگا اور علماء حق اپنا منصبی فرض بتوفیق خداوندی انجام دیتے رہیں گے۔

مولویت نہ رہی تو دین ہی نہ رہے گا:

آج جو لوگ مولویت کو مٹانے پر تلے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جس دن مولویت یعنی حاملین علوم نبوت ختم ہو جائیں گے' اس دن دین کا بھی زوال ہو جائے گا' دراصل علم دین کی بقا کا دارومدار ہی علماء دین پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

"اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح ختم نہیں فرمائیں گے کہ لوگوں کے دلوں سے اسے کھینچ لیں بلکہ علم کا زوال علماء کی وفات سے ہوگا' پھر جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑیں گے' تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے' چنانچہ ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بلا علم فتوے جاری کریں گے' پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔" (ابن ماجہ)

جو بات اس حدیث میں ارشاد فرمائی گئی' اس کے آثار اب ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں' بہت سے اخبارات اور ٹیلیویژن کے چینلوں اور انٹرنیٹ کی ویب سائٹوں پر ایسے مفتی وجود میں آ گئے ہیں جو اصول شریعت سے ہٹ کر اپنی رائے سے فتوے جاری کرتے ہیں اور لوگ ان کی باتوں پر آنکھ بند کرکے اپنی آخرت اور دین کو تباہ کر رہے ہیں' یہ صورت خوش آئند نہیں کہی جاسکتی' دین اس آزادروی کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا' اس کے لئے سلف صالحین پر اعتماد اور ان کی آراء سے واقفیت اور استفادہ لازم ہے' اس کے بغیر علمی رسوخ تک رسائی نہیں ہوسکتی' اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو فکری گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

☆☆.............☆☆

چھٹی قسط

مجدد کی شناخت

پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں' شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔" (تجلیات الٰہیہ ص:۲۴' خزائن ج:۲۰' ص:۴۱۲)

"پس یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے مگر نبوت صرف آپ کے فیضان سے مل سکتی ہے' براہ راست نہیں مل سکتی۔" (حقیقت النبوۃ ص:۲۲۸' مصنفہ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی)

"انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام نبی ہے' جو انسان محبت الٰہی میں ترقی کرتا ہوا صالحین سے شہداء میں اور شہداء سے صدیقوں میں شامل ہوجاتا ہے وہ آخر جب اس درجہ سے بھی ترقی کرتا ہے تو صاحب سر الٰہی بن جاتا ہے۔" (حقیقت النبوۃ ص:۱۵۳)

"ہمارے آنحضرت (مرزا قادیانی ناقل) کو ایسا درجہ استادی ملا کہ آپ کے مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا اور آپ کی شاگردی میں انسان نبی بھی بن سکتا ہے۔" (القول الفصل ص:۱۵' مصنفہ مرزا محمود احمد)

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتی کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔" (العیاذ باللہ...... ناقل) (ملفوظات مرزا محمود احمد مندرجہ الفضل ج:۱۰' ش:۵' ص:۵' ۱۷/جولائی ۱۹۲۲ء)

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۱۸۳' خزائن ج:۲۱' ص:۳۵۴' مصنفہ مرزا قادیانی)

"آنحضرت کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔" (حقیقت النبوۃ ص:۱۸۶)

غالباً یہ حوالے میرے مقصد کو واضح کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں۔

اب میں مرزا قادیانی اور خلیفہ ثانی اور ان کے متبعین سے یہ سوال کرتا ہوں کہ یار محمد' سید نور احمد' ظہیر الدین' صدیق دیندار' عبداللہ تماپوری' عبداللطیف گناچوری' شیخ غلام محمد لاہوری اور میاں چراغ دین جموی جملہ مدعیان نبوت اگر آپ صاحبان سے یہ سوال کریں کہ جب آپ مانتے ہیں کہ:

۱:...... آنحضرت ﷺ کی پیروی انسان کو نبی بناسکتی ہے۔

۲:...... بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے۔

۳:...... آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

۴:...... آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع سے ایک امتی نبیوں کا مرتبہ حاصل کرسکتا ہے۔

۵:...... اگر کوئی انسان صدیقیت کے مرتبہ سے بھی آگے ترقی کرجائے تو وہ نبی بن جاتا ہے۔

۶:...... ایک انسان ترقی کرتے کرتے آنحضرت سے بڑھ سکتا ہے۔

۷:...... نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم سمجھنا ایک لغو اور باطل عقیدہ ہے۔

۸:...... ختم نبوت کے عقیدے سے انقطاع فیض لازم آتا ہے اور اس میں آنحضرت کی توہین ہے اور امت محمدیہ ناقص ٹھہرتی ہے۔

۹:...... ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ آنحضرت کی اتباع سے نبی بنا کریں گے۔

۱۰:...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود بھی آنحضرت کی اتباع کاملہ کی بدولت نبی بن گئے تو اگر ہم لوگوں نے اسی ترکیب سے یہ درجہ حاصل کرلیا تو ہم مورد الزام کیوں ہیں:

درمیاں قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

یہ کس قدر ظلم اور صریح ظلم اور حق پوشی

اور ناحق کوشی اور بے انصافی ہے کہ آپ دعویٰ نبوت کریں تو صادق اور ہم دعویٰ نبوت کریں تو کاذب‘ بلکہ مجنون‘ فاتر العقل‘ مخبوط الحواس اور فریب خوردہ کہلائیں:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ا:......مرزا قادیانی نے یہ مرتبہ کامل اتباع آنحضرت ﷺ سے پایا تو اس کے جواب میں مدعیان نبوت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بھی ٹھیک اسی طرح پایا ہے بلکہ مرزا قادیانی نے تو صرف آنحضرت ﷺ ہی کے اتباع سے درجہ نبوت حاصل کیا ہم لوگوں نے تو آنحضرت ﷺ کی اتباع بھی کی اور مرزا قادیانی کی بھی‘ جن کا ذہنی ارتقاء اپنے استاد سے بھی زیادہ تھا‘ اب رہی بات اتباع کی‘ پس وہ جس طرح مرزا قادیانی کا زبانی دعویٰ تھا‘ ہمارا بھی زبانی ہی دعویٰ ہے‘ ان کو الہام ہوتا تھا‘ ہمیں بھی الہام ہوتا ہے‘ رہا ثبوت سو وہ نہ ان کے پاس تھا نہ ہمارے پاس ہے بلکہ ان کے الہامات تو بعض اوقات مہمل بھی ہوتے تھے مثلاً ”پریشن“ ”عمر پلاطوس“ ”خاکسار پیپرمنٹ“ اور ”ربنا العاج“ لیکن ہمارا کوئی الہام اس قبیل سے نہیں ہے۔

آخر میں ایک سوال میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سے اور کرتا ہوں‘ جناب موصوف ”حقیقت النبوۃ“ ص:۱۸۶ پر لکھتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ نے اس انعام کو بند کردیا‘ اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت ﷺ رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف؟ اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ (نعوذ باللہ) دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔“

اب اگر جس طرح خلیفہ قادیانی نے مسلمانوں سے سوال کیا ہے ایک بہائی (پیرو مذہب بہاء اللہ ایرانی) ان الفاظ میں جناب موصوف سے سوال کرے:

”آنحضرت کے بعد شریعت و ہدایت منجانب اللہ کو بند قرار دینے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ قرآن کی وجہ سے دنیا فیض ہدایت ربانی سے بالکل محروم ہوگئی اور قرآن کے نزول نے اس انعام کو بالکل بند کردیا‘ اب بتاؤ اس عقیدہ کی رو سے کہ شریعت و ہدایت ختم ہوچکی‘ قرآن دنیا کے لئے موجب رحمت ثابت ہوتا ہے یا اس کے خلاف؟ اگر اس عقیدہ کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ قرآن مجید دنیا پر بطور ایک عذاب کے نازل ہوا تھا۔“

تو خلیفہ قادیان اسے کیا جواب دیں گے؟

اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کو ختم ماننا موجب نقصان ہے تو شریعت کو ختم ماننا موجب نقصان کیوں نہیں؟ جس طرح نبوت جاری ہے شریعت بھی جاری ہے‘ اگر اس کے جواب میں قادیانی حضرات بہائی حضرات سے یہ کہیں کہ جناب شریعت ختم ہوگئی تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ جناب نبوت بھی ختم ہوگئی‘ جس طرح نبوت دنیا کے لئے موجب رحمت ہے قرآن مجید بھی دنیا کے لئے موجب رحمت ہے‘ اور جس طرح نبوت کے بند ماننے سے مفاسد لازم آتے ہیں‘ جس طرح آنحضرت ﷺ کے بعد نئے نبی آنے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی اسی طرح قرآن مجید کے بعد نئی شریعت آنے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی‘ اگر یہ کہو کہ شریعت کامل ہوچکی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبوت بھی کامل ہوچکی ہے۔

اگر ان اعتراضات کا مرزائیوں کے پاس کوئی جواب ہو تو ہم بھی سننے کے مشتاق ہیں؟

ناظرین! مجھے معاف فرمائیں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی مقصد اس تمام داستان سے یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے علوم باطنی کی کرشمہ سازیاں ناظرین اوراق کی خدمت میں پیش کردوں:

”لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم“

مختصر یہ کہ علوم ظاہری و باطنی دونوں کے لحاظ سے ہمارے مرزا قادیانی جمیع مجددین امۃ کی صف میں یکتا اور بے ہمتا نظر آتے ہیں۔

خدا کی شان ہے کہ ان جلوہ ریزیوں کے بعد بھی مسلمانوں کی ایک جماعت انہیں مجددین تسلیم کرتی ہے اور ان کا کلمہ پڑھتی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جو جماعت غلو میں اس قدر ترقی کرچکی ہو کہ مرزا قادیانی کے ذہنی ارتقاء کو سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الثناء والتحیات کے ذہنی ارتقاء سے بڑھ کر قرار دیتی ہو‘ جس جماعت کے افراد کو اپنے پیشوا کو نبی بنانے کے شوق میں یہ کلمہ کہنے سے باک نہ ہو کہ ایک شخص ترقی کرتے کرتے افضل الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے‘ اس جماعت کے افراد سے تو یہ توقع ہی فضول ہے کہ وہ ان حقائق پر غور کریں گے‘ ہاں! مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف مجدد ماننے والوں سے یہ مخلصانہ گزارش ضرور ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مجھے منہاج نبوت پر پرکھو اور یہ کہ جس قدر نشانات مجھ سے ظاہر ہوئے ان سے صدہا نبیوں کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے‘ جس شخص کا یہ دعویٰ ہو کہ میں نبی اور رسول ہوں جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو

بھی نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں' اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں:

آنچہ دادست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے

(نزول المسیح ص:۹۹' خزائن ج:۱۸' ص:۴۷۷)

ایسے مدعی کو وہ صرف مجدد کس طرح مان سکتے ہیں؟ یہ بات تو علیحدہ ہے کہ وہ مجدد بھی ثابت نہ ہوسکیں لیکن انہیں تو حضرت صاحب کے رتبہ کو گھٹانا مناسب نہیں ہے۔

نوٹ: ہمارے زمانہ میں مادہ پرستی کا دور ہے' ہر شخص خصوصاً انگریزی دان طبقہ روحانیت اور علم باطنی کو شک اور شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے' دنیا کسی زمانہ میں بھی ہادیان طریقت اور اصحاب باطن سے خالی نہیں رہتی لیکن ان کے دیکھنے کے لئے نگاہ کی ضرورت ہے' مجدد چونکہ علوم ظاہر و باطن دونوں کا جامع ہوتا ہے' اس لئے وہ لوگوں میں سب سے پہلے یہ نگاہ پیدا کرتا ہے' یعنی لوگوں کے اندر خدا طلبی کا ذوق پیدا کرتا ہے اور اس کے بعد انہیں اس راہ پر چلاتا ہے کہ وہ دست بکار اور دل بہ یار کا مصداق بن جاتے ہیں' چونکہ اس زمانہ میں بہت کم لوگ ارباب باطن یا علوم باطنی سے آگاہ ہیں' اس لئے مختصر طور پر ان دونوں باتوں کی تشریح ضروری ہے تاکہ ناظرین کرام خود فیصلہ کرسکیں کہ مرزا قادیانی کا شمار ارباب باطن یعنی اولیاء اللہ میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جو علم حواس خمسہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ اور جو علم استقرائی اور استخراجی طریق پر حاصل ہوتا ہے' یہ دونوں علوم ظاہری ہیں چونکہ حواس خمسہ اور قوائے عقلیہ سے غلطی بھی ہوسکتی ہے' اس لئے ان علوم کی بدولت حق الیقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ اس کی صفات' روح' اس کے افعال' وحی والہام اور دیگر معاملات روحانی یہ سب حواس اور عقل کی رسائی سے بالاتر ہیں' ان کی معرفت کا آلہ دماغ نہیں بلکہ قلب ہے' جسے صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں ''حاسہ باطنی'' کہتے ہیں' اس حاسہ باطنی کو موثر بنانے کے لئے حکمت یا منطق' فلسفہ جاننا ضروری نہیں بلکہ تزکیہ نفس شرط لازمی ہے' تزکیہ میں عکس اسی وقت نظر آتا اور آسکتا ہے جبکہ اس کی صیقل کامل ہو' اس کیفیت کو علم نہیں کہتے بلکہ وجدان سے تعبیر کرتے ہیں' وجدان کے لفظی معنی ہیں پالینا' جاننے میں غلطی ہوسکتی ہے لیکن جو چیز آپ نے پالی ہے' اس کے متعلق آپ کے دل میں یہ شبہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ پائی ہے یا نہیں؟ صوفی استدلالی رنگ میں نہیں بلکہ وجدانی رنگ میں خدا کو دیکھ کر اس کی ذات وصفات کے متعلق یقین جازم پیدا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہی یقین' یقین ہے جو وجدانی طور پر پیدا ہو' اسی لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

گر با استدلال کار دیں بدے
فخر رازی راز دار دیں بدے

یہ یقین کس طرح پیدا ہوجاتا ہے تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کیونکر ہوتا ہے' دروغ گوئی خود بینی' فریب کاری وغیرہ عادات قبیحہ کیونکر دور ہوسکتی ہیں؟ انسان نفس امارہ کے چنگل سے کس طرح رہائی حاصل کرسکتا ہے؟ اس علم کو علم باطن کہتے ہیں۔ چونکہ اس علم کا منتہی مقام ولایت ہے اس لئے جو شخص علم باطنی میں ماہر ہوتا ہے اسے عرف عام میں ولی اللہ کہتے ہیں' اگرچہ ہر ولی کے لئے مجدد ہونا ضروری نہیں' لیکن مجدد کے لئے ولی اللہ ہونا اشد ضروری ہے' کیونکہ دین کی تجدید بچوں کا کھیل نہیں ہے' اور میں پھر کہتا ہوں' خواہ مجھ پر تکرار مضمون کا الزام ہی کیوں نہ عائد ہوجائے کہ چند کتابیں تصنیف کر لینے یا چند پیشگوئیاں کر دینے یا چند لیکچر سنا دینے یا مناظرے کر لینے سے کوئی شخص مجدد نہیں بن سکتا۔

ہندوستان میں جو اولیاء اللہ گزرے ہیں' ان میں حضرت داتا گنج بخش لاہوری' حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری' حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی' حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی دہلوی' حضرت فرید الدین گنج شکر اجودھنی' حضرت صابر کلیری' حضرت خواجہ باقی باللہ' حضرت بہاؤالدین نقشبند' حضرت خواجہ گیسودراز رحمہم اللہ تعالیٰ بہت مشہور و معروف ہیں اور ان بزرگان دین کے علمی وعملی کارنامے آج بھی زبان زد خاص وعام ہیں' ان کی پاکیزہ زندگیوں پر طائرانہ نگاہ ڈالئے' آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اولیاء اللہ کی زندگی کیسی ہوتی ہے اور اس کی بنا پر آپ باسانی یہ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ مجدد کی زندگی کیسی ہونی چاہئے' کیونکہ ہر مجدد ولی اللہ بھی ہوتا ہے' جزوی اختلافات سے قطع نظر کیجئے' کیونکہ ہر فرد کی سرشت دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتی ہے' مندرجہ ذیل امور سب کی پاکیزہ زندگیوں میں مشترک نظر آتے ہیں۔

۱:...... ان میں سے کسی شخص نے سلاطین وقت یا حکومت کے سامنے دریوزہ گری نہیں کی' خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی دنیاوی طاقت سے مرغوب نہیں ہوئے بلکہ خود سلاطین وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونے کو سعادت اخروی یقین کرتے تھے اور آج بھی جبکہ یہ بزرگان دین بظاہر ہماری نگاہوں سے روپوش ہوچکے ہیں' ان کی باطنی کشش کا یہ عالم ہے کہ ایک دنیا ان کی آرام گاہوں کی خاک طوطیائے چشم بناتی ہے اور دامن امید گلہائے مراد سے بھرتی ہے۔

(جاری ہے)

یکم شعبان تا 19 رمضان المبارک

بمقام دارالعلوم مدنیہ رسول پارک ملتان روڈ لاہور

دورۂ تفسیر قرآن

باسلوب امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی

موضوع سورۃ، دعاوی، دلائل، ہر سورۃ کا ماحصل، سورتوں کا باہمی ربط
احکام واستنباط، اعتبار وتاویل، سیاست، امامت وخلافت

حضرت مولانا شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی محمد عیسیٰ خان مدظلہ

نہایت شرح وبسط سے پڑھائیں گے انشاءاللہ

پیش آمدہ جدید فقہی مسائل ودیگر اہم مباحث کے ساتھ حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب کی اعجاز الصرف واعجاز النحو کا تکرار اور عربی قواعد کے تحت قرآنی الفاظ کے صیغے اور مشکل آیات کا نحوی ترکیبی حل۔ نیز علم میراث میں نظم الفرائض (تلخیص رسالہ سراجیہ)

ضروری وضاحت: طالب علم درجہ رابعہ کی تعلیم حاصل کر چکا ہو، طالبہ عالمیہ کی تعلیم حاصل کر چکی ہو۔ ہر ہفتہ کے خواندہ کا تحریری امتحان ہوگا۔ مدرسہ سے تعلیمی تصدیق نامہ اور قومی شناختی کارڈ ذاتی / والد / سرپرست کا ہمراہ لائیں۔ طالبات کے لئے انتہائی محدود داخلہ ہے۔

اجمالی تعارف دارلعلوم مدنیہ لاہور

☆ دارالعلوم مدنیہ کی مسجد کا سنگ بنیاد ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ بمطابق 14 اکتوبر 1977ء بروز اتوار وقت کے مشاہیر علماء کرام ومشائخ عظام کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا۔

☆ ابتدائی پانچ سال بانی مدرسہ حضرت مولانا **محب النبی** صاحب زید مجدہ تمام تدریسی وانتظامی ذمہ داریاں تنہا سرانجام دیتے رہے۔

☆ 1996ء، 1417ھ کو شعبان اور رمضان میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا جو مسلسل جاری ہے۔

☆ ۱۴۲۶ھ میں دارالعلوم کا وفاق المدارس سے الحاق کرایا گیا

☆ دس سال کی قلیل مدت میں دارالعلوم علمی ترقی کی منازل طے کر کے موقوف علیہ تک جا پہنچا۔

☆ دارالعلوم میں داخل طلباء کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے۔

☆ دارالعلوم میں مقیم طلباء کو رہائش، طعام، لباس، علاج، درسی کتب، بستر وغیرہ تمام سہولیات مدرسہ کی طرف سے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

☆ سالانہ اخراجات کا تخمینہ 40 لاکھ سے زائد ہے۔ تعمیراتی اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ دارالقرآن والے احاطہ میں تعمیر جاری ہے۔

☆ تمام اخراجات اہل خیر کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ مدرسہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں اور نہ ہی مدرسہ کی طرف سے کوئی گشتی سفیر اندرون شہر یا بیرون شہر متعین ہے اور نہ ہی مدرسہ کسی حکومتی ادارے محکمہ زکوٰۃ وغیرہ سے تعاون لیتا ہے اہل خیر خود ہی تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

منجانب: اراکین دارالعلوم مدنیہ رسول پارک لاہور فون: 042-7832305 0321-4110310

پہنچنے کا راستہ: یادگار چوک سے تانگا والی ویگن، اسٹیشن سے ویگن نمبر 9 کو کولا موڑ، مغرب کی طرف گلی میں

شائقین علوم قرآن کیلئے خوشخبری

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

کی قائم کردہ تعلیمی و اصلاحی درسگاہ **دارالعلوم یوسفیہ** میں

دورۂ تفسیر قرآنِ کریم و ردِّ فرقِ باطلہ

حضرت درخواستی کے تلمیذ خاص علمی و فکری جانشین

استاذ العلماء حضرت مولانا **منظور احمد نعمانی**

مدیر: مدرسہ احیاء العلوم، ظاہر پیر، تحصیل خان پور، ضلع رحیم یار خان

بطرز: حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں و حضرت مولانا عبداللہ درخواستی

بتاریخ ۵ شعبان المعظم تا ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق 19 اگست تا 30 ستمبر 2007ء کو ہو رہا ہے

خصوصیات

قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر میں مندرجہ ذیل اصلاحات کا اہتمام کیا گیا ہے۔
★ قرآن مجید سمجھنے کیلئے ضروری قواعد و ضوابط ★ قرآن کریم کے بنیادی اصول ★ سورۃ کا موضوع، خلاصہ، ہر رکوع کا خلاصہ اور اس کا ماخذ ★ مستند شانِ نزول، ربط بین الآیات، مشکلاتِ قرآن ★ سیاستِ انبیاء ★ خلافت اسلامیہ کی حقیقت، فرقِ باطلہ کی مکمل تردید اور علماء حق کے مسلکِ اعتدال پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

شرکاء دورہ تفسیر موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

سہولیات

فی طالب علم ایک عدد بیاض والا قرآن کریم۔
شرکاء دورۂ تفسیر کیلئے قیام و طعام اور علاج و معالجہ کا انتظام
خواہش مند طلبہ بالمشافہ یا بذریعہ خط اپنا داخلہ کروائیں۔
اس سعادت عظمیٰ میں اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلباء اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی شرکت کر سکتے ہیں۔

بمقام: **جامع مسجد خاتم النبیین**

گلشنِ یوسف پوسٹ آفس سوسائٹی سیکٹر 13/A اسکیم 33 گلزار ہجری کراچی

Phone: 021-4647711 Mobile: 0321-9275680, 0300-9201210

محمد طیب لدھیانوی